بلغ العلیٰ بکمالہ
کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلّوا علیہ وآلہ

دار العلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ

الحق

رجسٹرڈ

بیاد: شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ بانی دار العلوم حقانیہ

مدیر مسئول: مولانا سمیع الحق

ربیع الاول ۱۴۲۰ھ / جولائی ۱۹۹۹ء

ھدیہ نعت بحضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تم ہی تو ہو
ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تم ہی تو ہو

پھوٹا جو سینہ شبِ تارِ الست سے
اس نورِ اوّلیں کا اجالا تم ہی تو ہو

سب کچھ تمہارے واسطے پیدا کیا گیا
سب غایتوں کی غایتِ اُولیٰ تم ہی تو ہو

جلتے ہیں جبرئیلؑ کے پر جس مقام پر
اسکی حقیقتوں کے شناسا تم ہی تو ہو

دنیا میں رحمتِ دوجہاں اور کون ہے
جس کی نہیں نظیر وہ تنہا تم ہی تو ہو

گرتے ہوؤں کو تھام لیا جسکے ہاتھ نے
اے تاجدارِ یثرب وبطحا تم ہی تو ہو

(جناب مولانا ظفر علی خان صاحب)

مسند نشینِ عالمِ امکاں تم ہی تو ہو
اس انجمن کی شمعِ فروزاں تم ہی تو ہو

صبحِ ازل سے شامِ ابد تک ہے جسکا نور
وہ جلوہ زارِ حسنِ درخشاں تم ہی تو ہو

دنیائے ہست وبود کی زینت تم ہی سے ہے
دونوں جہاں کے والی وسلطاں تم ہی تو ہو

تم کیا ملے کہ دولت ایماں ملی ہمیں
ایمان کی تو یہ ہے کہ ایماں تم ہی تو ہو

دنیا و آخرت کا سہارا تمہاری ذات
دونوں جہاں کے والی وسلطاں تم ہی تو ہو

اختر کو بے نوائی دنیا کا فکر کیا
ساماں طراز بے سروساماں تم ہی تو ہو

(جناب اختر شیرانی صاحب)

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

جلد نمبر ـــــ 34
شمارہ نمبر ـــــ 10
ربیع الاول 1420ھ
جولائی ـــ 1999ء

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

نگران
حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

مدیر
حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان ـ فون نمبر : 630435 , 630340 -(0923)
ای میل نمبر E-Mail : haqqania@psh.infolink.net.pk
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ =/15 روپے سالانہ =/150 روپے ، بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر
پبلشر : مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ، منظور عام پریس پشاور

نقش آغاز

راشد الحق سمیع حقانی

ربیع الاول اور حضور ﷺ کی سنت جہاد کے احیاء کے تقاضے

"وجاهدوافی الله حق جهاده"

رحمۃ للعالمین سرور کائنات حضور ﷺ کی زندگی ہمارے لئے ایک مشعل راہ اور آپکا اسوہ حسنہ تمام مسلمانوں کیلئے ایک عظیم الشان لائحہ عمل ہے جہاں آپ کا وجود مسعود کائنات کیلئے رحمۃ للعالمین کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہاں پر آپ نے اسلام کے آفاقی پیغام کو پہنچانے کیلئے مختلف غزوات میں بنفس نفیس شرکت فرمائی اور اس راستے میں آپکے دندان مبارک شہید ہوئے۔ اسیطرح آپ ﷺ کے خاندان کے عظیم المرتبت افراد نے بھی شہادت کا جام نوش فرمایا۔ موجودہ ربیع الاول ایک ایسے وقت میں آیا ہے کہ وطن عزیز دشمنان اسلام کی جارحیت کی زد میں ہے۔ ہمیں اپنی تن آسانی کو پس پشت ڈال کر جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر اپنے ازلی دشمن کے سامنے غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرنا چاہیئے۔ حضور پاک سے عشق و الفت کا اظہار صرف مولود کی مروجہ مجلسوں کے ساتھ مختص نہیں بلکہ ؎

صدق خلیل بھی ہے عشق، صبر حسین بھی ہے عشق معرکہ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

آخر بخاری شریف میں کتاب المغازی اور دیگر احادیث و سیرت کی کتب میں جہاد اور اسلام کے احیاء و سربلندی کیلئے جو مسلمانوں کو تعلیمات دی گئی ہیں۔ کیا ان کی موجودگی میں ہم دشمن کے سامنے باوجود اسکی للکار کے بزدلی اور بے حمیتی کا مظاہرہ کر سکتے ہیں؟؟۔ بلکہ قرآن ہمیں کہتا ہے کہ:

واعدوالهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدوالله وعدوكم (الآيه)

کارگل محاذ پر بھارت کی شاہین صفت مجاہدین کے ہاتھوں شرمناک شکست اور پاکستان پر اسکی ممکنہ جارحیت

؎ نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر تو شاہین ہے بسیرا کر لے "کرگل" کی چٹانوں میں

کشمیر میں جاری ۵۲ سالہ جدوجہد آزادی مجاہدین کے سرفروشانہ جذبہ جہاد کی بدولت اب

آخری اور فیصلہ کن مراحل میں داخل ہو چکی ہے۔ بھارتی حکومت اور اسکی افواج کی ظلم و بربریت کی تمام سفاکانہ رسمیں مجاہدین کے جذبہ حریت کو اس عرصہ میں سرد نہ کر سکیں۔ اور روز بروز مجاہدین کی تحریک زور پکڑتی نظر آرہی ہے۔ ع بڑھتا ہے ذوق جرم یہاں ہر سزا کے بعد
کشمیری عوام نے تنگ آمد بہ جنگ آمد کے مصداق آج سے بارہ سال قبل ہندوستان کے خلاف مسلح جدوجہد آزادی شروع کی۔ ہندوستان نے سات لاکھ افواج کے ذریعہ تحریک آزادی کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کر ڈالی لیکن اس کو شکست وہزیمت کے سوا کچھ بھی نہیں ملا۔ کارگل کی موجودہ صورتحال بھی اسی تحریک آزادی کشمیر کا ایک تسلسل ہے۔ مجاہدین کی اس تازہ کامیابی سے ہندوستان سمیت امریکہ تک لرز گیا ہے۔ کیونکہ کفر کی ان طاقتوں پر جہاد کی حقیقت پوری طرح آشکارا ہو چکی ہے۔ اسی لیے ہندوستان اور امریکہ دونوں کارگل کو خالی کرانے کیلئے پاکستان پر دباؤ بڑھا رہے ہیں۔ دراصل کارگل کا محاذ مقبوضہ کشمیر کی شہ رگ کی مانند ہے۔ اسی لیے ہندوستان بری طرح پھڑ پھڑا رہا ہے۔ اور اس نے دنیا بھر میں پاکستان کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈے کا محاذ کھول دیا ہے کہ اس نے کارگل میں اپنے فوجی بھیجے ہیں۔ مزید یہ کہ پاکستان کشمیر میں دخل اندازی کر رہا ہے۔ پروپیگنڈے کا یہ جعلی شور وشر بلا حقیقت کے برعکس ہے۔ دراصل دراندازی اور مداخلت پاکستان نہیں بلکہ خود ہندوستان کر رہا ہے۔ جو کشمیری عوام کی آزادی کے حق کو تسلیم نہیں کرتا۔ اور ان کے جان و مال اور حقوق پر سات لاکھ فوجی ڈاکو کشمیر میں تعینات کیے ہیں۔ پاکستان تو کشمیریوں کی صرف اخلاقی' سیاسی اور انسانی بنیادوں پر تائید کر رہا ہے۔ اسکے برعکس ہندوستان اقوام متحدہ کی کشمیر کے متعلق قراردادوں کو بھی تسلیم نہیں کر رہا۔ نہ ہی وہ مذاکرات پر یقین رکھتا ہے اور نہ ہی وہ کسی تیسرے ثالث پر راضی ہو رہا ہے۔ محض ہندوستان کشمیر کو اٹوٹ انگ کہنے سے اس کا مالک نہیں بن سکتا۔ کشمیر ۱۹۴۷ء سے ہی تقسیم ہند کا بہت بڑا متنازعہ قضیہ ہے۔ پاکستان کشمیر سے کیسے دستبردار ہو جبکہ اس نے اسی کشمیر کیلئے اپنے سے سو گنا بڑے ملک کے ساتھ تین بڑی جنگیں لڑی ہیں۔ کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے۔ ہم ہر حالت میں کشمیر لے کے رہینگے۔ جس طرح کہ ہم نے ہندو سامراج سے پاکستان حاصل کیا تھا۔ ہندوستان کو کارگل کے محاذ پر اندازہ ہو گیا ہے کہ مسلمانوں کو اس بار شکست دینا ناممکن ہے۔ صرف چند سو مجاہدین کے ہاتھوں ہندوستان کی بری اور فضائی قوت کو شکست فاش

ہوئی ہے۔ پچاس ہزار سے زائد ہندو افواج دو ماہ کے عرصے میں جدید ترین ہتھیاروں سے لیس ہو کر بھی مجاہدین سے چند پوسٹیں خالی نہ کرا سکیں۔ کیونکہ ان میں ایمان کی قوت نہیں۔ اور یہ فوجی غلط موقف پر لڑ رہے ہیں جبکہ اس کے مقابلہ میں مجاہدین بے سروساماں ہو کر کامیابی کے ساتھ جہاد کر رہے ہیں۔ کیونکہ ان کا تعلق مسلمان قوم سے ہے۔ اور مسلمان موت اور جنگ دونوں سے نہیں ڈرتے۔ پھر جو قوم شہادت (موت) کو ابدی زندگی سمجھے اور تلواروں کے سایہ میں جنت کو تلاش کرے وہ کیونکر دشمن سے خوف زدہ ہو سکتی ہے۔ پھر اسی قوم نے ہندو سامراج کو ایک ہزار سال تک غلام رکھا۔ اور آج بھی چند شاہین صفت نوجوان مجاہدین ہندو افواج کو ننگی کا ناچ نچا رہے ہیں۔ ہندوستان نے کارگل کی شکست کے بعد پاکستان کی تمام سرحدات پر اپنی بھاری بھر کم افواج جارحیت کیلئے جمع کر دی ہیں۔ ہندوستان کارگل کی شکست کی خفت کو مٹانے کیلئے پاکستان پر جارحیت کر سکتا ہے۔ پھر بی جے پی حکومت کو ستمبر کے الیکشن میں اپنی کامیابی بھی درکار ہے۔ جسکے لئے یہ جنونی پارٹی سب کچھ کر سکتی ہے۔ ہمیں اپنے دفاع پر پوری توجہ دینی چاہیئے اور اس نازک وقت میں قوم میں مکمل اتحاد اور ہم آہنگی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ پاکستان نے اس نازک مرحلہ پر ابتک جو کردار ادا کیا ہے وہ اطمینان بخش ہے۔ لیکن اب ہمیں امریکہ کے جرنل کی آمد کے بعد معاملہ کچھ پراسرار نظر آرہا ہے۔ پھر نواز شریف صاحب نے ہندوستان اور امریکہ کو یہ دانہ ڈالا ہے کہ پاکستان کشمیر پر اپنے ۵۲ سالہ موقف سے ہٹ کر بھی بات چیت کرنے کو تیار ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ نواز شریف صاحب کا ذاتی خیال تو ہو سکتا ہے لیکن قوم کا اس فیصلہ سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم اپنے کاروباری ذہن رکھنے والے وزیر اعظم کو تنبیہ کرتے ہیں کہ وہ کشمیر اور ملک کے وقار کو خدارا فروخت نہ کریں۔ کارگل کی فتح کے بعد مجاہدین اور قوم کا مورال بہت بلند ہو گیا ہے۔ جیتی بازی مذاکرات کی میز پر ماضی کی طرح نہ ہاری جائے۔ اگر اس موقع پر حکومت پاکستان نے کوئی دباؤ یا بارگیننگ قبول کی تو اس سے کشمیر میں جاری تحریک آزادی کو بے پناہ نقصان پہنچے گا۔ اور مجاہدین کے حوصلے بھی پست ہو جائیں گے۔ ہماری وزیر اعظم سے یہ گذارش ہے کہ قوم' پارلیمنٹ اور سیاسی و مذہبی جماعتوں کو اعتماد میں لے کر اس نازک موقع پر ہندوستان کی ممکنہ جارحیت کیلئے لائحہ عمل تیار

کرنا چاہیئے۔ ہندو اور امریکہ کی مکارانہ چالوں میں نہیں آنا چاہیئے۔ انشاء اللہ اب کشمیر کی مکمل آزادی دور کی بات نہیں، بہت جلد آزادی کا آفتاب کشمیر کی وادی کے افق پر طلوع ہونے والا ہے۔ اور ظلم وجبر کی سیاہ رات کی سحر قریب ہونے کو ہے۔ صرف ایک ضرب مومن کی ضرورت ہے۔ ؎

شب گریزاں ہوگی آخر جلوہ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمہ توحید سے

کوسووسے سرب بھگوڑوں کا انخلاء اور نیٹو کی مزید ذمہ داریاں

الحمدللہ بالآخر مظلوم کوسووکے مسلمانوں کے امتحان کی سخت گھڑیاں کم ہونے کو ہیں۔ ان کے وطن سے سرب افواج دم دبا کر بھاگ گئی ہیں۔ اور ان کے مذموم مقاصد پر اوس پڑ گئی ہے۔ مسلمان مہاجرین اپنے لٹے پٹے قافلوں سمیت اپنے زخم زخم وطن کی طرف روانہ ہو رہے ہیں۔ اور کئی لاکھ مہاجرین نامساعد حالات کے باوجود کوسوو پہنچ گئے ہیں۔ وطن کی مٹی کی خوشبو انہیں اپنی جانب کھینچ رہی ہے۔ وہ مٹی جو شہیدوں کے خون سے سرخ اور مشکبار ہو چکی ہے۔ کوسوو نے سرب افواج سے چھٹکارا حاصل کرنے اور علم آزادی بلند کرنے کی بڑی قیمت چکائی ہے۔ اس نے اس مقصد کیلئے اپنے لاکھوں جگر گوشوں کی قربانی دی ہے۔ اور ابھی سرزمین کوسوو کی مکمل آزادی اور خودمختاری کا خواب پورا نہیں ہو سکا ہے۔ کیونکہ درمیان میں امریکہ اور نیٹو کا سازشی کردار آن پڑا ہے۔ گو کہ نیٹو نے بظاہر کوسوو کیلئے بہت کچھ کیا ہے لیکن درپردہ اس نے اپنے مقاصد اور دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ وہ عالمی امن کے علمبردار ہیں۔ لیکن ہم ان کے کردار کو تب ہی مانیں گے جب یہ کوسوو کو مکمل آزادی اور خودمختاری دیں اور سرب حکومت پر بھی اسی طرح بھاری پابندیاں عائد کریں جس طرح کہ عراق اور دیگر اسلامی ممالک پر اس نے عائد کی ہیں۔ اور بلغراد سے کوسوو کے نقصانات کا معاوضہ طلب کرے۔ ہم یہاں پر امریکہ کے اس اعلان کا خیر مقدم کرتے ہیں کہ اس نے خون خوار ملاسووچ کے سر کی قیمت پچاس لاکھ ڈالر مقرر کی ہے اگر عملی طور پر اس نے ملاسووچ اور اسکی حکومت کا محاسبہ کیا تو یہ اس کیلئے مفید ہوگا۔ ادھر بلغراد شکست کے زخم چاٹ رہا ہے اور کوسوو میں رہائش پذیر ہزاروں سرب باشندے مسلمانوں کے رد عمل کے خوف کی وجہ سے بلغراد کو بھاگ گئے ہیں۔ بلغراد میں سرب مہاجرین اور اپوزیشن جماعتیں ملاسووچ کے خلاف مستعفی ہونے کا مطالبہ

کرر ہے ہیں۔ ادھر کوسوو میں اقوام متحدہ کی تفتیشی ٹیموں کو بے شمار مسلمانوں کی اجتماعی قبریں ملی ہیں۔ جو مسلمانوں کی مظلومیت اور سرب افواج کی جارحیت کی منہ بولتی تصویریں ہیں۔ نیٹو کا اصل امتحان اب شروع ہونے والا ہے۔ کہ وہ مظلوموں کی کہاں تک دادرسی کرتا ہے۔

کیا دینی مدارس کی تعطیلات کے نظام میں تبدیلی ممکن ہے ؟

الحمدللہ دینی مدارس دن رات ایک کر کے ملک وملت کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ انہیں مدارس کے طفیل برصغیر کو آزادی نصیب ہوئی اور انہی کی بدولت کمیونزم کے نظام اور سوویت یونین کو شکست فاش ہوئی۔ اب امریکہ ومغرب ان مدارس کے بڑھتے ہوئے کردار سے لرزاں ہے۔ اگر دینی مدارس موجودہ حالات میں اپنے نصاب ونظام میں صرف چند تبدیلیاں لائیں تو اس کے انشاء اللہ خاطر خواہ نتائج برآمد ہونگے۔ دینی مدارس کے نصاب کے بارے میں ایک لمبی بحث کی ضرورت ہے لیکن اس وقت ہم طلبہ اور اکثر علماء حضرات کا یہ دیرینہ مطالبہ ارباب وفاق المدارس اور مہتمین حضرات کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ اگر شعبان اور رمضان کے بجائے جون جولائی میں مدارس کی تعطیلات کرائی جائیں تو یہ فیصلہ بہت ہی مفید اور کار آمد ہوگا۔ گو کہ اس وقت ہمارے بزرگوں نے حالات کے پیش نظر ایسا فیصلہ کیا تھا مگر اب موجودہ دور میں جہاں اور بھی بہت سی تبدیلیاں آئی ہیں وہاں موسمی اثرات میں بھی روزبروز اور سال بہ سال ماحولیات کی آلودگی کے باعث حدت میں اضافہ ہورہا ہے۔ اور ویسے بھی شعبان اور رمضان میں تمام مدارس میں دورہ تفسیر اور صرف ونحو اور دیگر فنون کے دورے جاری رہتے ہیں۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ تعلیمی سال کی نسبت ان دو مہینوں میں زیادہ یکسوئی کے ساتھ پڑھائی کیجاتی ہے پھر اس ناقابل برداشت گرمی میں اساتذہ اور طلبہ دونوں کی حالت زار قابل دید ہوتی ہے۔ اور سب سے بڑا مسئلہ ان دو تین ماہ میں بجلی کے ناقابل تصور لاکھوں روپے کے بلوں کا بھی ہوتا ہے۔ کاش ہماری یہ معمولی گذارش ارباب اختیار کے ہاں درخور اعتناء سمجھی جائے۔

اکیسویں صدی کے چیلنجز اور عالم اسلام

ماہنامہ الحق کی اشاعت خاص کے عنوانات

قارئین اور مضمون نگار حضرات مندرجہ عنوانات میں سے جس موضوع پر لکھنا چاہیں تو ادارہ "الحق" کو آگاہ کریں۔

اکیسویں صدی اور عالم اسلام

(۱) ـ ـ میں عالم اسلام کا کردار

(۲) ـ ـ کے تقاضوں سے کیا عالم اسلام لیس ہے؟

(۳) ـ ـ میں عالم اسلام عصر حاضر کا مقابلہ کر سکے گا؟

(۴) ـ ـ کیا اسلام کی صدی ثابت ہوگی؟

(۵) ـ ـ میں کیا مسلم اتحاد کا خواب شرمندہ تعمیر ہو سکے گا؟

(۶) ـ ـ عالم اسلام، امریکہ اور مغرب کے تعلقات

(۷) ـ ـ اور ایٹمی پاکستان کا کردار

(۸) ـ ـ اور اقوام عالم کی تیاریاں

(۹) ـ ـ اور تحریک طالبان افغانستان

(۱۰) ـ ـ اور عالم اسلام کی اقتصادیات

(۱۱) ـ ـ میں عالم اسلام اور سائنس و ٹیکنالوجی

(۱۲) ـ ـ میں مسلم نوجوان کی ذمہ داریاں

(۱۳) ـ ـ میں آزادی قدس و فلسطین اور اسرائیل کے عزائم

(۱۴) ـ ـ اور تحریک آزادی کشمیر

(۱۵) ـ ـ پاک بھارت تعلقات کا جائزہ

(۱۶) ـ ـ میں اسلامی قیادت کا سنگین بحران

(۱۷) ـ ـ میں اسلامی جرائد، اخبارات یعنی دینی صحافت کیا کردار ادا کریں گے؟

(۱۸) ـ ـ میں علماء کا کیا کردار ہونا چاہئیے؟

(۱۹) ـ ـ میں دینی مدارس کے اہمیت وافادیت

(۲۰) ـ ـ میں کیا دینی مدارس اکیسویں صدی کے تقاضے پورے کر رہے ہیں؟

(۲۱) ـ ـ اور عربی، انگریزی زبانوں کی اہمیت

(۲۲) ـ ـ میں عالم اسلام حاکم یا ہمیشہ کی طرح محکوم

(۲۳) ـ ـ میں اردو زبان کا مقام و مرتبہ

(۲۴) ـ ـ کا ادب اور اس کے جدید تقاضے

(۲۵) ـ ـ میں جدید تعلیم کا حصول اور شرح خواندگی میں اضافہ ناگزیر ہے

(۲۶) ـ ـ میں اسلام اور نیو ورلڈ آرڈر کا ٹکراؤ کیا متوقع ہے۔

(۲۷) ـ ـ میں ابھرنے والی بڑی طاقتوں کا

بیسویں صدی ایک جائزہ

(۱) ـ ـ اور اسلامی تحریکات
(۲) ـ ـ میں عالم اسلام کا کردار
(۳) ـ ـ میں استعمار کے چنگل سے عالم اسلام کی آزادی
(۴) ـ ـ میں عالم اسلام کے اہداف
(۵) ـ ـ میں کیا وہ اہداف پورے ہوئے ؟
(۶) ـ ـ میں عالم اسلام کی اقتصادی صورتحا
(۷) ـ ـ کی ترقی میں عالم اسلام کا حصہ
(۸) ـ ـ اور اسلامی انقلابات
(۹) ـ ـ اور تحریک آزادی
(۱۰) ـ ـ اور جہاد افغانستان
(۱۱) ـ ـ اور دارالعلوم دیوبند کا کردار
(۱۲) ـ ـ اور دارالعلوم حقانیہ کا کردار
(۱۳) ـ ـ ندوۃ العلماء (لکھنؤ) کا کردار
(۱۴) ـ ـ اور اسلامی ادب
(۱۴) ـ ـ اور مسلم حکمران
(۱۵) ـ ـ اور تحریک پاکستان
(۱۶) ـ ـ عالم اسلام اور سائنس
(۱۷) ـ ـ اور عالم اسلام کی جہادی تحریکات
(۱۸) ـ ـ اور مشاہیر امت کے کارنامے
(۱۹) ـ ـ میں دینی صحافت کا کردار کیا رہا؟
(۲۰) ـ ـ اور تحریک طالبان افغانستان

ایک جائزہ جائزہ

(۲۸) ـ ـ اور متحدہ یورپ یعنی یورو اور اسکے عزائم
(۲۹) ـ ـ اور تیسری جنگ عظیم کے ممکنہ خطرات
(۳۰) ـ ـ میں متوقع بڑی جغرافیائی' سیاسی' تمدنی تبدیلیاں
(۳۱) ـ ـ اور جہاد
(۳۲) ـ ـ اور مواصلات
(۳۳) ـ ـ میں عالم اسلام اور عالم نصرانیت کے تعلقات
(۳۴) ـ ـ میں کیا عالم اسلام کو نئی صلیبی جنگوں کا خطرہ درپیش ہے ؟
(۳۵) ـ ـ میں کیا بے حمیت مسلم حکمرانوں سے چھٹکارا حاصل کیا جاسکے گا؟
(۳۶) ـ ـ میں کیا مظلوم قوموں کی دادرسی کی جاسکے گی ؟
(۳۷) ـ ـ میں اقوام متحدہ کی حیثیت اور اسکے کردار کا تعین
(۳۸) ـ ـ میں امریکہ کا کردار
(۳۹) ـ ـ میں عالم اسلام کیلئے کمپیوٹر انٹرنیٹ اور جدید مواصلاتی ذرائع ابلاغ کا استعمال ناگزیر ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ

یوم عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ہم

ماہ ربیع الاول کا درود تمہارے لئے جشن ومسرت کا پیغام عام ہوتا ہے‘ تم اپنا زیادہ سے زیادہ وقت اس کی یاد میں اسی کے تذکرہ میں اور اس کی محبت کی لذت وسرور میں بسر کرنا چاہتے ہو۔ پس کیا مبارک ہیں یہ دل جنہوں نے عشق وشیفتگی کیلئے رب السمٰوات والارض کے محبوب کو چنا اور کیا پاک ومطہر ہیں وہ زبانیں جو سید المرسلین ورحمۃ العالمین کی مدح وثنا میں زمزمہ سنج ہو جائیں۔ مگر کبھی تم نے اس حقیقت پر بھی غور کیا ہے کہ یہ کون ہے جسکی ولادت کے تذکرے میں تمہارے لئے خوشیوں اور مسرتوں کا ایسا عزیز پیام ہے؟

آہ اگر اس مہینہ کی آمد تمہارے لئے جشن ومسرت کا پیام ہے کیونکہ اسی مہینہ میں وہ آیا جس نے تم کو سب کچھ دیا تھا تو میرے لئے اس سے بڑھ کر اور کسی مہینے میں ماتم نہیں‘ کیونکہ اس مہینہ میں پیدا ہونے والے نے جو کچھ ہمیں دیا تھا وہ سب کچھ ہم نے کھو دیا...... تم اپنے گھروں کو مجلسوں سے آباد کرتے ہو مگر تمہیں اپنے دل کی اجڑی ہوئی بستی کی بھی کچھ خبر ہے؟ تم کافوری شمعوں کی قندیلیں روشن کرتے ہو مگر اپنے دل کی اندھیاری دور کرنے کیلئے کوئی چراغ نہیں ڈھونڈھتے؟ تم پھولوں کے گلدستے سجاتے ہو‘ مگر آہ تمہارے اعمال حسنہ کا پھول مرجھا گیا ہے۔ تم گلاب کے چھینٹوں سے اپنے رومال وآستین کو معطر کرنا چاہتے ہو‘ مگر آہ تمہاری عظمتِ اسلامی کی عطربیزی سے دنیا کی مشامِ روح یکسر محروم ہے! کاش تمہاری مجلسیں تاریک ہوتیں‘ تمہارے اینٹ اور چونے کے مکانوں کو زیب وزینت کا ایک ذرہ نصیب نہ ہوتا‘ تمہاری آنکھیں رات رات بھر کی مجلس آرائیوں میں نہ جاگتیں‘ تمہاری زبانوں سے ماہ ربیع الاول کی ولادت کیلئے دنیا کچھ نہ سنتی۔ مگر تمہاری روح کی آبادی معمور ہوتی‘ تمہارے دل کی بستی نہ اجڑتی‘ تمہارا طالع خفتہ بیدار ہوتا‘ تمہاری زبانوں سے نہیں‘ تمہارے اعمال حسنہ سے اسوہ حسنہ نبوی کی مدح وثناء کے ترانے اٹھتے! تم اس کے آنے کی خوشیاں تو مناتے ہو‘ مگر تم نے اس مقصد کو فراموش کر دیا ہے جس کیلئے وہ آیا تھا۔ یہ ماہ‘ اگر خوشیوں کی بہار ہے تو صرف اس لئے کہ اسی مہینہ میں دنیا کی خزانِ ضلالت ختم ہوئی اور کلمہ حق کا موسم ربیع شروع ہوا۔ پھر اگر آج دنیا کی علالت سمومِ ضلالت کے جھونکوں سے مرجھا گئی

ہے تو اے غفلت پرستو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ بہار کی خوشیوں کی رسم تو مناتے ہو مگر خزاں کی پامالیوں پر نہیں روتے؟ اس ماہ کی خوشیاں تو اس لئے ہیں کہ اسی ماہ میں کوہ فاراں پر آتشیں شریعت نمودار ہوئی جو ذلت ونامرادی سے ٹھکرائے جانے کیلئے دنیا میں نہیں آئی تھی کہ ضلالت و شقاوت' نامرادی وناکامی کی ذلت سے ٹھکرادی جائے۔ وہ اللہ کے ہاتھ کی چمکائی ہوئی ایک تلوار تھی جس کی ہیبت و قہاریت نے باطل پرستی کی تمام طاقتوں کو لرزا دیا اور کلمہ حق کی بادشاہیت اور دائمی فتح کی دنیا کو بشارت سنائی۔ "ھو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله" وہ مظلوم کی تڑپ نہ تھی بلکہ ظلم کو تڑپانے والی شمشیر تھی' وہ مسکین کی بے قراری نہ تھی بلکہ دنیا کو بے قرار کرنے والوں نے اس سے بے قراری پائی۔ وہ درد وکرب کی کروٹ نہ تھی بلکہ درد وکرب میں مبتلا کرنے والوں کو اس سے بے چینی کا بستر ملا...... وہ جو کچھ لایا اس میں غمگین کی چیخ نہ تھی' ماتم کی آہ نہ تھی' ناتوانی کی بے بسی نہ تھی اور حسرت ومایوسی کا آنسو نہ تھا' بلکہ یکسر شادمانی کا غلغلہ تھا' جشن ومراد کی بشارت تھی' طاقت وفرمانروائی کا اقبال تھا۔ زندگی وفیروزمندی کا پیکر و تمثال تھا۔ فتح مندی کی ہمیشگی تھی اور نصرت وکامرانی کی دائمی۔

لیکن آج جب کہ تم عید میلاد کی مجلسیں منعقد کرتے ہو تو تمہارا کیا حال ہے؟ وہ تمہاری نعمت وکامرانی کہاں ہے جو تمہیں سونپی گئی تھی۔ وہ تمہاری روح حیات تمہیں چھوڑ کر کہاں چلی گئی' جو تم میں پھونکی گئی تھی۔ آہ! تمہارا خدا تم سے کیوں روٹھ گیا؟ اور تمہارے آقا نے کیوں تم کو صرف اپنی غلامی کیلئے نہیں رکھا۔ کیا ربیع الاول میں آنے والے نے خدا کا یہ وعدہ نہیں پہنچایا تھا کہ عزت صرف تمہارے ہی لئے ہے' پھر یہ کیا انقلاب ہے کہ ذلت تمہارے لئے مقدر ہو گئی ہے اور عزت نے تم سے منہ چھپا لیا ہے' یہ کیوں ہے کہ تم نے کامیابی نہ پائی اور کام ومراد نے تمہارا ساتھ نہ دیا۔ کیا خدا کا وعدہ سچا نہیں؟ کیا وہ اپنے قول کا پکا نہیں' تم جو انسانوں کے وعدوں پر ایمان رکھتے ہو اور ان کے حکموں کے آگے گرنا جانتے ہو' خدا کے وعدہ لا یخلف المیعاد کیلئے اپنے اندر کوئی صدا نہیں پاتے؟ آہ! نہ تو اس کا وعدہ جھوٹا تھا' نہ اس نے اپنا رشتہ توڑا...... یہ تم ہی ہو' تمہاری ہی محرومی اور بے وفائی ہی ہے' تمہارے ہی ایمان کی موت اور راستی کی حرمانی ہے۔ جس نے پیمان کو توڑا اور خدا کے مقدس رشتہ کی عظمت کو اپنی عظمت وبد اعمالی اور غیروں کی پرستش وبندگی سے بٹہ لگایا۔ خدا اب بھی غیروں کیلئے نہیں' بلکہ صرف تمہارے ہی لئے ہے' بشرطیکہ تم بھی غیروں کیلئے نہیں' بلکہ صرف خدا کیلئے ہو جاؤ۔ " ان تنصر اللہ ینصرکم و یثبت اقدامکم"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
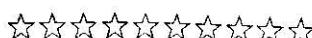
مسٹر مائیکل ہارٹ

حضرت محمد ﷺ

حضور ﷺ کی عظیم الشان شخصیت پر ہر دور میں مسلمان اہل قلم نے بہت کچھ لکھا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ غیر مسلم اہل قلم کی بھی کمی نہیں جنہوں نے آپکی سیرت اور سوانح کو موضوع قلم بنایا۔ اس سلسلہ کی ایک اہم تحریر جناب مائیکل ہارٹ کی پیش خدمت ہے۔ جو انہوں نے اپنی مشہور کتاب "سو عظیم آدمی" میں حضور ﷺ کو سب سے بڑے انسان اور عظیم تاریخ ساز رہنما کے طور پر پیش کیا ہے۔ جناب مائیکل ہارٹ یورپ کے بہت بڑے مؤرخ' ادیب اور کئی اہم کتابوں کے مصنف ہیں۔ (ادارہ)

ممکن ہے کہ انتہائی متاثر کن شخصیات کی فہرست میں (حضرت) محمد ﷺ کا شمار سب سے پہلے کرنے پر چند احباب کو حیرت ہو اور کچھ معترض بھی ہوں۔ لیکن یہ واحد تاریخی ہستی ہے جو مذہبی اور دنیاوی دونوں محاذوں پر برابر طور پر کامیاب رہی۔

(حضرت) محمد ﷺ نے عاجزانہ طور پر اپنی مساعی کا آغاز کیا اور دنیا کے عظیم مذاہب میں سے ایک مذہب کی بنیاد رکھی اور اسے پھیلایا۔ وہ ایک انتہائی مؤثر سیاسی رہنما بھی ثابت ہوئے۔ آج تیرہ سو برس گزرنے کے باوجود ان کے اثرات انسانوں پر ہنوز مسلم اور گہرے ہیں۔

اس کتاب میں شامل متعدد افراد کی یہ خوش قسمتی رہی کہ وہ دنیا کے تہذیبی مراکز میں پیدا ہوئے اور وہیں ایسے لوگوں میں پلے بڑھے جو عموماً اعلیٰ تہذیب یافتہ یا سیاسی طور پر مرکزی حیثیت کی اقوام تھیں۔ اس کے برعکس ان کی پیدائش جنوبی عرب میں مکہ شہر میں 570ء میں ہوئی۔ یہ تب تجارت' فنون اور علم کے مراکز سے بہت دور دنیا کا دقیانوسی گوشہ تھا۔ وہ چھ برس کے تھے جب ان کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا۔ ان کی پرورش عام وضع پر ہوئی۔ اسلامی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ وہ "ان پڑھ" تھے۔ پچیس برس کی عمر میں جب ان کی شادی ایک اہل ثروت عورت سے ہوئی تو ان کی مالی حالت میں بہتری پیدا ہوئی۔ تاہم چالیس برس کی عمر تک پہنچتے پہنچتے لوگوں میں ان کا ایک غیر معمولی انسان ہونے کا تاثر قائم ہو چکا تھا۔ تب زیادہ تر عرب اصنام پرست تھے' وہ متعدد

دیوتاؤں پر ایمان رکھتے تھے۔ مکہ میں البتہ عیسائیوں اور یہودیوں کی مختصر آبادیاں بھی موجود تھیں۔ انہی کے توسط سے آپ واحد خدائے مطلق کے تصور سے شناسا ہوئے۔ جب ان کی عمر چالیس برس تھی، انہیں احساس ہوا کہ خدائے واحد کی ذات مبارک ان سے اپنے فرشتے جبرئیل کی وساطت سے ہم کلام ہے اور یہ کہ انہیں سچے عقیدے کی تبلیغ کیلئے منتخب کیا گیا تھا۔

تین برس تک وہ اپنے قریبی اعزاء واقربا میں ہی اپنے نظریات کا پرچار کرتے رہے۔ قریب 613 عیسوی میں انہوں نے کھلے عام تبلیغ شروع کی۔ آہستہ آہستہ انہیں ہم خیالوں کی معیت حاصل ہوئی تو مکہ کے بااختیار لوگوں نے ان کی ذات میں اپنے لیے خطرہ محسوس کیا۔ 622ء میں وہ اپنی حفاظت جان کی غرض سے مدینہ چلے گئے۔ (یہ مکہ کے شمال میں دوسو میل کے فاصلے پر واقع ایک شہر ہے)۔ وہاں انہیں ایک بڑے سیاست دان کی حیثیت حاصل ہوئی۔ اس واقعہ کو "ہجرت" کہا جاتا ہے۔ یہ نبی کی زندگی میں ایک واضح موڑ تھا۔ مکہ میں تو انہیں چند رفقاء کی جمعیت حاصل تھی، مدینہ میں ان کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی۔ جلد ہی ان کی شخصیت کے اثرات واضح ہوئے اور وہ ایک مکمل فرمانروابن گئے۔ اگلے چند برسوں میں ان کے پیروکاروں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہوا، اور مدینہ ومکہ کے بیچ چند جنگیں لڑی گئیں۔ جن کا اختتام 630ء میں آپ کی فتح مندی اور مکہ میں بطور فاتح واپسی پر ہوا۔ ان کی زندگی کے اگلے ڈھائی برسوں میں عرب قبائل سرعت سے اس نئے مذہب کے دائرے میں داخل ہوئے۔ 632ء میں آپ کا انتقال ہوا تو آپ جنوبی جزیرہ ہائے عرب کے موثر ترین حکمران بن چکے تھے۔ عرب کے بدو قبائل تند خو جنگجوؤں کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔ لیکن وہ تعداد میں کم تھے۔ شمالی زرعی علاقوں میں آباد وسیع بادشاہتوں کی افواج کے ساتھ ان کی کوئی برابری نہیں تھی۔ تاہم آپ نے تاریخ میں پہلی مرتبہ انہیں یکجا کیا۔ یہ واحد راست خدا پر ایمان لے آئے، ان مختصر فوجوں نے انسانی تاریخ میں فتوحات کا ایک حیران کن سلسلہ قائم کیا۔ جزیرہ ہائے عرب کے شمال میں ساسانیوں کی نئی ایرانی سلطنت قائم تھی۔ شمال مغرب میں بازنطینی یا مشرقی سلطنت روما تھی جس کا محور کانسٹنٹی نوپل تھا۔ بالحاظ تعداد عرب فوج کا اپنے حریفوں سے کوئی جوڑ نہیں تھا۔ تاہم میدان جنگ میں معاملہ مختلف تھا۔ ان پرجوش عربوں نے

بڑی تیزی سے تمام میسوپوٹیمیا' شام اور فلسطین فتح کیا۔ 642ء میں مصر کو بازنطینی تسلط سے چھینا' جبکہ 637ء میں جنگ قدسیہ اور 642ء میں نہاوند کی جنگ میں ایرانی فوجوں کو تاخت و تاراج کیا۔

تاہم نبی اکرم ﷺ کے جانشین اور قریبی صحابہ ابوبکر اور عمر ابن الخطاب کی زیر قیادت ہونے والی ان عظیم فتوحات پر ہی مسلمانوں نے اکتفانہ کیا۔ 711ء تک عرب فوجیں شمالی افریقہ کے پار بحر اوقیانوس تک اپنی فتوحات کے جھنڈے گاڑ چکی تھیں۔ پھر وہ شمال کی طرف مڑے اور آبنائے جبرالٹر کو عبور کر کے سپین میں "ویسی گوتھک "سلطنت پر قبضہ کیا۔ ایک دور میں تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ مسلمان تمام مسیحی یورپ پر قابض ہو جائیں گے۔ تاہم 732ء میں طور کی مشہور جنگ میں' جبکہ مسلمان فوجیں فرانس میں داخل ہو چکی تھیں' فرانک قوم کی فوجوں نے انہیں بلاآخر شکست فاش دی۔ جنگ و جدل کی اس صدی میں ان بدوی قبائل نے نبی کے الفاظ سے حرارت لے کر ہندوستان کی سرحدوں سے بحر اوقیانوس تک ایک عظیم سلطنت استوار کرلی۔ اتنی بڑی سلطنت کی اس سے پہلے تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ جہاں ان افواج نے فتوحات حاصل کیں' وہاں بڑے پیمانے پر لوگ اس نئے عقیدے کی جانب مائل ہوئے۔ لیکن یہ تمام فتوحات پائیدار ثابت نہیں ہوئیں۔ ایرانی اگرچہ اسلام سے وفادار رہے لیکن انہوں نے عربوں سے آزادی حاصل کرلی۔ سپین میں سات صدیاں خانہ جنگی جاری رہی اور بلاآخر تمام جزیرہ ہائے سپین پر پھر سے مسیحی غلبہ ہو گیا۔ قدیم تہذیب کے یہ دو گہوارے میسوپوٹیمیا اور مصر عربوں کے تسلط میں ہی رہے۔ یہی پائیداری شمالی افریقہ میں بھی قائم رہی۔ اگلی صدیوں میں یہ نیا مذہب مسلم مفتوحات کی حقیقی سرحدوں سے بھی پرے پھیل گیا۔ آج افریقہ اور وسطی ایشیا میں اس مذہب کے کروڑوں پیروکار موجود ہیں۔ یہی حال پاکستان' شمالی ہندوستان اور انڈونشیا میں بھی ہے۔ انڈونیشیا میں تو اس مذہب نے ایک متحد کر دینے والے عنصر کا کردار ادا کیا۔ بر صغیر پاک و ہند میں ہندو مسلم تنازعہ ایک اجتماعی اتحاد کی راہ میں حائل ہنوز ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ سوال یہ ہے کہ ہم کس طرح انسانی تاریخ پر (حضرت) محمد ﷺ کے اثرات کا تجزیہ کر سکتے ہیں۔ تمام مذاہب کی طرح اسلام نے بھی اپنے پیروکاروں کی زندگیوں پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ یہی وجہ ہے کہ قریب سبھی عظیم مذاہب کے

بانیان اس کتاب میں شامل ہیں۔ اس وقت عیسائی مسلمانوں سے بالحاظ تعداد دوگنے ہیں' اسی لیے یہ بات عجیب محسوس ہوتی ہے کہ (حضرت) محمد ﷺ کو عیسیٰ علیہ السلام مسیح سے بلند مقام دیا گیا ہے۔ اس فیصلہ کی دو بنیادی وجوہات ہیں۔ اول مسیحیت کے فروغ میں یسوع مسیح کے کردار کی نسبت اسلام کی ترویج میں (حضرت) محمد ﷺ کا کردار کہیں زیادہ بھرپور اور اہم رہا۔ ہر چند کہ عیسائیت کے بنیادی اخلاقی اعتقادات کی تشکیل میں یسوع کی شخصیت بنیادی رہی (یعنی جہاں تک صہیونی عقائد سے مختلف ہیں)۔ سینٹ پال نے ہی صحیح معنوں الہیات کی ترویج میں حقیقی پیش رفت کی۔ اس نے عیسائی پیروکاروں میں اضافہ بھی کیا اور وہ عہد نامہ جدید کے ایک بڑے حصہ کا مصنف بھی ہے۔ (حضرت) محمد ﷺ نہ صرف اسلام کی الہیات کی تشکیل میں بھی فعال تھے بلکہ اس کے بنیادی اخلاقی ضوابط بھی بیان کیے۔ علاوہ ازیں انہوں نے اسلام کے فروغ کیلئے بھی مساعی کیں اور اس کی مذہبی عبادات کی بھی توضیح کی۔ عیسیٰؑ مسیح کے برعکس (حضرت) محمد ﷺ نہ صرف ایک کامیاب دنیادار تھے بلکہ ایک مذہبی رہنما بھی تھے۔ فی الحقیقت وہی عرب فتوحات کے پس پشت موجود اصل طاقت تھے۔ اس اعتبار سے وہ تمام انسانی تاریخ میں سب سے زیادہ متاثرہ کن سیاسی قائد ثابت ہوتے ہیں۔ بہت سے اہم تاریخی واقعات کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ وہ ناگزیر تھے۔ اگر ان کی رہنمائی کرنے والا کوئی خاص سیاسی قائد نہ بھی ہوتا' وہ وقوع پذیر ہو کر ہی رہتے۔ مثال کے طور پر اگر سائمن بولیور کبھی پیدا نہ ہوتا' پھر بھی شمالی امریکی کالونیاں سپین سے آزادی حاصل کرہی لیتی۔ لیکن عرب فتوحات کے بارے میں ایسا نہیں کہا جا سکتا ہے۔ (حضرت) محمد ﷺ سے پہلے ایسی کوئی مثال موجود نہیں ہے۔ اس امر پر اعتبار کرنے میں ہچکچاہٹ کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ پیغمبر کے بغیر یہ فتوحات ممکن نہیں تھیں۔ تاریخ انسانی میں ان سے مماثل ایک مثال تیرہویں صدی میں ہونے والی منگولوں کی فتوحات ہیں' جو بنیادی طور پر چنگیز خان کے زیر اثر ہوئیں۔ یہ فتوحات عربوں سے کہیں زیادہ وسیع وعریض ہونے کے باوجود ہرگز پائیدار نہیں تھیں۔ آج منگولوں کے قبضہ میں صرف وہی علاقے باقی رہ گئے ہیں جو چنگیز خان کے دور میں ان کے تسلط میں تھے۔

عرب فتوحات کا معاملہ اس سے بہت مختلف ہے۔ عراق سے مراکش تک عرب اقوام کی

ایک زنجیر پھیلی ہوئی ہے' یہ صرف اپنے مشترک عقیدے "اسلام" ہی کے سبب باہم متحد نہیں ہیں بلکہ ان کی زبان' تاریخ اور تمدن بھی مشترک ہیں۔ قرآن نے مسلم تہذیب میں مرکزیت پیدا کی ہے اور یہ حقیقت بھی ہے کہ اسے عربی میں لکھا گیا۔ شاید اسی باعث عربی زبان باہمی ناقابل فہم مباحث میں الجھ کر منتشر نہیں ہوئی۔ گو درمیان کی تیرہویں صدی میں ایسا امکان پیدا ہو چلا تھا۔ بلاشبہ ان عرب ریاستوں کے بیچ اختلافات اور تقسیم موجود ہے۔ یہ بات قابل فہم بھی ہے لیکن یہ جزوی بعد ہمیں اتحاد کے ان اہم عناصر سے صرف نظر کرنے پر مائل نہیں کر سکتا جو ہمیشہ سے موجود رہے۔ مثال کے طور پر ایران اور انڈونیشیا دونوں تیل پیدا کرنے والے اور مسلمان ممالک ہیں۔ لیکن 1973-74ء کے موسم سرما میں ہونے والے تیل کی تجارت کی بندش کے فیصلے میں شامل نہیں تھے۔ یہ محض اتفاق نہیں ہے کہ تمام عرب باشندے اور صرف عرب ریاستیں ہی اس فیصلے میں شریک تھیں۔ ہم جانتے ہیں کہ ساتویں صدی عیسوی میں عرب فتوحات کے انسانی تاریخ پر اثرات ہنوز موجود ہیں۔ یہ دینی اور دنیاوی اثرات کا ایسا بے نظیر اشتراک ہے جو میرے خیال میں (حضرت) محمد ﷺ کو انسانی تاریخ میں سب سے زیادہ متاثر کن شخصیت کا درجہ دینے کا جواز بنتا ہے۔

بقیہ صہ ۲۸ سے

اپنی مثال رکھی کہ میں بھی اسی معاشرے کا فرد ہوں اور میرے اخلاق کریمانہ کے تم قائل ہو تو پھر میری دعوت پر لبیک کہو تاکہ تم بھی اصلاح پاؤ اور پورے معاشرے کی اصلاح ہو جائے اور تم امن و اخوت کی فضاء میں زندگی بسر کر سکو۔ (۱۴) فتح الباری (شرح بخاری)۔ ابن حجر' احمد بن علی عسقلانی' محولابالا' ص ۷۳۷' جلد نمبر: ۸ (۱۵) زادالمعاد۔ جوزی' ابن عبداللہ ابن القیم' بیروت' دارالفکر' ص ۲۴' القسم الاول (۱۶) زادالمعاد۔ جوزی' ابن عبداللہ بن القیم محولابالا' ص ۲۰۶ الجزوالثانی (۱۷) صحیح مسلم۔ مسلم امام مسلم بن الحجاج القشیری' بیروت' دارالفکر' ۱۴۰۰ھ / ص ۱۴۲۱ (۱۸) زادالمعاد۔ جوزی' ابن عبداللہ بن القیم' محولابالا۔ ص ۵۳ الجزوالثانی (۱۹) السیرۃ النبویہ۔ ابن ھشام' ابو محمد عبدالمالک' بیروت' تراث الاسلام' ص ۵۰۱ تا ۵۰۴ القسم الاول (۲۰) زادالمعاد۔ جوزی' ابی عبداللہ بن القیم' محولابالا ۵۶ الجزالثانی (۲۱) صحیح مسلم۔ مسلم امام مسلم بن الحجاج القشیری' محولابالا' ص ۱۴۰۹ الجزالثالث (۲۲) فتح الباری (شرح بخاری)۔ محولہ بالا۔ ص ۳۲' الجزالاول (۲۳) القرآن۔ ۹۲ / ۱۲ والسیرۃ النبویہ' ابن ہشام' ابو محمد بن عبدالملک' محولابالا' ص ۵۵' الجزالرابع (۲۴) سنن ابی داود۔ ابی داود۔ سلیمان بن اشعث' بیروت' داراحیاء التراث العربی' ص ۱۸۵ الجزالثانی (۲۵) القرآن۔ ۱۹ / ۱۰ (۲۶) کلیات اقبالؒ۔ اقبال محولابالا' ص ۲۷۳ (۲۷) ایضاً۔ ص ۲۷۳ (۲۸) الصحیح المسلم۔ مسلم ابوالحسن بن الحجاج القشیری' کراچی' نور محمد اصح المطابع' ۱۳۷۵ھ' ص ۳۱۷ / ج: الثانی (۲۹) صحیح البخاری۔ بخاری محمد بن اسماعیل' کراچی' نور محمد اصح المطابع ۱۳۸۱' ص ۶' جلد اول۔

جناب (ر) جنرل حمید گل صاحب

بھارتی جارحیت کے امکانات کارگل کی صورتحال کا تجزیہ

کارگل کی صورتحال ہندوستان کے ہاتھ سے نکل چکی ہے۔ بھارتی فوج ایک ماہ کی سرتوڑ کوشش کے باوجود سرینگر لیہہ روڈ پر مجاہدین کا کنٹرول ختم کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکی۔ سرینگر لیہہ شاہراہ بھارت کے لداخ اور سیاچن پر قبضے کا واحد زمینی رابطہ اور ذریعہ ہے۔ جسے مجاہدین نے عملاً کاٹ ڈالا ہے۔ اگر آئندہ دو ماہ میں بھی ہندوستان اس علاقہ پر اپنی گرفت مضبوط نہ کرسکا تو پھر جنگ کے امکانات پیدا ہوسکتے ہیں۔ تاہم سردست ایک کھلی جنگ کے امکانات بہت کم ہیں۔ یہاں ہم جنگ کے امکانات اور عدم امکان کے چند اسباب کا ذکر کریں گے۔

بھارت کو اپنی حملہ آور افواج محاذ پر لانے کیلئے خاصے عرصہ کی ضرورت ہے۔ دوسری طرف بھارتی فوج کا بڑا حصہ کشمیر میں پھنسا ہوا ہے۔ اس لیے فوج کا مجموعی ڈھانچہ اور نظام عدم توازن کا شکار ہے۔ جسے دور کرنے کیلئے تین چار ماہ لگ سکتے ہیں۔ اس وقت ہندوستان کی پالیسی کا بنیادی نقطہ یہ ہے کہ وہ کشمیر کے مسئلہ کو بین الاقوامی بنانے سے گریز کرے۔ جنگ کی صورت میں اس کی یہ کوشش ناکام ہوجائیگی۔ بین الاقوامی طاقتیں بھی جنگ کے حق میں نہیں ہیں خصوصاً دو ایٹمی طاقتوں کی جنگ مغرب بالخصوص امریکہ کیلئے ناقابل قبول ہے۔ اس کے باوجود جنگ کے امکان کو بالکل رد بھی نہیں کیا جاسکتا۔ جنگیں صرف درست تخمینوں کی بنیاد پر نہیں ہوتیں۔ بلکہ اکثر غلط اندازے کی بنیاد پر ہوجاتی ہیں۔ آج کے ہندوستان کیلئے غلط اندازوں کا شکار ہونا عین ممکن ہے۔ ایک سو کروڑ لوگوں کا ملک ایک طرف انتخابات کے چنگل میں پھنسا ہوا ہے۔ تو دوسری طرف مٹھی بھر مجاہدین کے ہاتھوں اسکی فوج رسوا ہورہی ہے۔ اور وہ رحم طلب نگاہوں سے امریکہ کی طرف دیکھ رہا ہے۔ ڈوبتے کو اگر تنکے کا سہارا نہ ملا تو وہ کچھ بھی کرسکتا ہے۔ اس سے کسی بھی احمقانہ اقدام کی توقع رکھی جاسکتی ہے۔

<u>بھارت کے فوری اہداف</u> : ہندوستان ہر قیمت پر کارگل کی شکست کا داغ مٹانا چاہتا ہے۔ اس مقصد کیلئے اس نے "اعلان لاہور" اور دوستی کے دعوے یک لخت فراموش کر دیے۔ اور امریکہ اس کی امیدوں کا مرکز بن گیا ہے۔ کل تک بھارتی لیڈر چین سے بات چیت کو اپنی شان کے خلاف تصور کرتے تھے وہ آج بھاگم بھاگ چین جاکر سرحدی تنازعات کے حل کی خود درخواست کر رہے ہیں۔ گویا کارگل کی خاطر وہ ہر قیمت ادا کرنے کو تیار ہیں۔ مٹھی بھر مجاہدین نے انہیں کوچہ رقیب میں سر کے بل جانے پر آمادہ کر دیا ہے۔

(۱) پوری عسکری قوت صرف کر کے مجاہدین کے قبضہ سے اہم ترین سٹرٹیجک مقامات چھڑا لیے جائیں۔ (۲) سفارتی کوششوں سے پاکستانی قیادت پر اس قدر دباؤ ڈالا جائے کہ وہ مجاہدین کو کارگل کا علاقہ خالی کرانے پر مجبور کر دے۔ (لیکن ضروری نہیں مجاہدین پاکستان کے مجبور کرنے سے مجبور ہو جائیں) (۳) یہ دونوں آپشن نہ چلیں تو پاکستان کے خلاف ایسا عسکری محاذ کھولا جائے جس کے نتیجہ میں پاکستان کو علی الاعلان مجاہدین کی حمایت سے دستبردار ہونا پڑے۔ اگر پہلے دو آپشن ناکام ہو گئے اور ہندوستان کو کنٹرول لائن پر محدود جنگ کا تیسرا راستہ اختیار کرنا پڑا تو یہ اسکی سیاسی حکمت عملی کی بہت بڑی ناکامی ہو گی۔ کہ پھر یہ معاملہ بہر حال بین الاقوامی ہو جائیگا۔ خواہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل امریکی دباؤ میں آکر کتنا ہی بھارت کا ساتھ دے۔ لیکن یہ معاملہ دوطرفہ نہیں رہے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ضروری نہیں بھارت جنگ کو کنٹرول تک محدود رکھ سکے۔ محدود جنگ کنٹرول لائن سے باہر ہو کر بڑی جنگ اور نیوکلئیر جنگ میں تبدیل ہو سکتی ہیں۔ ۱۹۶۵ء میں پاکستان کا اسی قسم کا مفروضہ غلط ثابت ہو چکا ہے۔ پاکستان کا معاملہ سیدھا سادہ ہے۔ وہ کشمیر کو نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ نصف صدی کا قصہ ہے۔ اور اسکے لئے تین جنگیں لڑ چکا ہے۔ ہم اب پیچھے کیسے ہٹ سکتے ہیں۔ کہ جب صورتحال ہمارے حق میں ہے۔ اس سے پیچھے ہٹنا پاکستان کی حکومت کے بس میں نہیں کہ وہ بھی یقیناً اندرونی حالات پر بھی نظر جمائے ہوئے ہے۔ آج قوم بیدار ہے اور اس میں جذبہ جہاد پروان چڑھ رہا ہے۔ وہ نہیں چاہے گی کہ حکمرانوں کے کسی غلط فیصلے کی وجہ سے کشمیر میں جو بے پناہ نفرت ہندوستان کے خلاف موجود ہے اسکا نشانہ پاکستان بن جائے۔ امریکہ اور مغربی ممالک جتنا

بھی دباؤ ڈالیں پاکستانی قوم حکمرانوں کو کسی طرح کے بھی سمجھوتے کی اجازت نہیں دے گی۔

بھارت کی نجات کا واحد امکان: ہندوستان کے پاس چوتھا آپشن بھی ہے جو اسے رسوائی' جنگ اور مکمل تباہی سے بچانے کا واحد امکان ہے۔ کہ وہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق کشمیریوں کو حق خودارادیت دینے پر تیار ہو جائے اس میں کسی طرح بھی رسوائی نہیں بلکہ ملک اور قوم کو جنگ کا ایندھن بنانے اور تباہی سے دوچار کرنے کی بجائے امن کا راستہ اختیار کرنے سے اس کی قدر و منزلت میں اضافہ ہوگا۔ لیکن ہندوستان سے سر دست اس عقل و دانش کی امید کم ہے۔ وہ فوجی دھونس کے ذریعے اپنی جھوٹی انا کی تسکین پر تلا ہوا ہے۔ وہ ہر صداقت کی طرف سے آنکھیں بند کئے ہوئے ہے وہ آنکھیں اس وقت کھولے گا جب تمام متبادل راستے بند ہو چکے ہوں گے۔ ہمیں اپنے دشمن پر رحم کھاکر کوئی ایسی رعایت نہیں دینی چاہیئے۔

امریکی مفادات: امریکہ بھارت کو غلط راستے پر چلانے میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ امریکہ اس وقت انسانی حقوق کا چمپئن بنا ہوا ہے لیکن کشمیر کے ۷۰ ہزار شہیدوں کا لہو اس کیلئے کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ دراصل اس کا حوالہ انسانیت نہیں اپنا مفاد ہے اور اس خطے میں اپنے مفادات کیلئے امریکہ تین باتوں کو بہت اہم سمجھتا ہے۔

(۱)۔ چین پر قدغن..... اس ضمن میں ایک مضبوط بھارت امریکہ کے مفاد میں ہے۔

(۲) ایٹمی قوت کے استعمال کا خطرہ جس سے اس کے نیو ورلڈ آرڈر کا خواب مٹی میں مل جاتا ہے۔

(۳) دنیا کے اس خطے میں جہاد کی آبیاری اور اٹھان کا چیلنج..... جس کے نتائج سے وہ سخت خائف ہے جہاد کے نتیجے میں افغانستان اور چیچنیا سے روس کی ذلت آمیز واپسی کی عبرتناک مثالیں اس کے سامنے ہیں۔ دوسرے اسلامی جہاد سے بین الاقوامی سطح پر مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کے امکانات بھی روشن ہو سکتے ہیں۔ یہ بات بھی اس کے مفاد کے سراسر خلاف ہے۔ اس وقت کشمیر میں امریکہ کے یہ تینوں اہداف داؤ پر لگ گئے ہیں اگر کشمیر میں ہندوستان شکست کھا جاتا ہے تو چین کو گھیرنے کا امریکی ہدف اپنی موت آپ مر جائے گا۔ اگر ہندوستان پاکستان پر حملہ کر دیتا ہے تو نہ صرف بین الاسلامی جہاد کے امکانات پیدا ہو جاتے ہیں بلکہ دونوں ممالک کے درمیان ایٹمی جنگ کا خطرہ بھی

پیدا ہو جائے گا۔ چنانچہ امریکہ کے تینوں اہداف کشمیر میں سخت خطرے سے دوچار ہیں۔ ان حالات نے امریکہ کو مخمصے میں ڈال رکھا ہے۔ دوسری طرف چین بھی جنگ کا مخالف ہے تاہم میری اطلاع کے مطابق اس نے پاکستان کی جغرافیائی سلامتی کو ہر طرح سے یقینی بنانے کے عزم کا بھی اظہار کیا ہے۔ امریکہ بھارت کو اپنا فطری حلیف قرار دے چکا ہے۔ سوال یہ ہے کہ واضح جانبداری کے اعلان کے بعد امریکہ پاکستان سے کیا توقع رکھتا ہے؟ ادھر بھارت امریکہ کی ضرورت اور مجبوری کو کیش کرنا چاہتا ہے شاید اسے یقین ہے کہ امریکی دباؤ پاکستان کو جھکنے پر مجبور کر دے اس لئے مسلسل ایسا پروپیگنڈا کر رہا ہے جس سے امریکہ کا پاکستان کے خلاف غم و غصہ مزید بڑھے۔

بھارت کا مجاہدین کو "دراندازی" کہنا سراسر ناانصافی ہے۔ اور امریکہ کا بھارت کی ہاں میں ہاں ملانا اس سے بھی بڑا ظلم ہے۔ ٹھاکو چک سے لیکر سیاچین کے دامن میں NJ9842 تک واقع لائن آف کنٹرول کی لمبائی ساڑھے سات سو کلو میٹر ہے جو دراصل ہندوستان اور پاکستان کے درمیان عبوری لکیر ہے۔ کشمیریوں کے درمیان نہیں نہ ہی دنیا کا کوئی اخلاقی یا قانونی ضابطہ انہیں کنٹرول لائن تسلیم کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ کشمیری مجاہدین جب اس نام نہاد خط کو عبور کرتے ہیں تو وہ اپنے ہی علاقے میں ہوتے ہیں۔ وہ اپنی آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں اس لئے "درانداز" تو بھارتی فوجی ہیں جو ان کی سرزمین پر طاقت کے بل پر قبضہ جمائے ہوئے ہیں انہیں کس قانون اور ضابطے کے تحت مداخلت کار یا درانداز کہا جا رہا ہے۔ جہاں تک پاکستان اور ہندوستان کے مابین لائن آف کنٹرول کا معاملہ ہے تو اس کی خلاف ورزی بھی بھارت نے شروع کی تھی۔

جب شملہ معاہدے کے بعد ۱۹۷۲ء میں بھارت نے چوبٹ لا اور قمر سیکٹر پر قبضہ کر لیا یہ محدود علاقے پر قبضہ تھا لیکن ۱۹۸۴ء میں اس نے سیاچین کے ۳۰۰۰ مربع کلو میٹر علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح لائن آف کنٹرول کی خلاف ورزی تو بھارت نے کی۔ اب وہ اسی لائن کی خلاف ورزی کا شوشہ چھوڑ کر شور مچا رہا ہے۔ لیکن وہاں پر تو کشمیری مجاہدین ہیں وہ درانداز اور مداخلت کار کیسے ہو گئے۔ یہ تو ان کا اپنا گھر ہے بالفرض یہ پاکستانی فوج بھی ہے تو اس کو بھی وہاں موجودگی کا اتنا ہی حق ہے جتنا بھارتی فوج کو ہے۔ یہ روایت تو خود ہندوستان نے پیدا کی ہے۔

<u>بھارت کے پاس مہلت کم ہے</u>: بھارت کے پاس موجودہ جنگ کو منطقی نتیجے تک پہنچانے یا پاکستان پر حملہ کرنے کیلئے مہلت بہت کم ہے۔ صرف دو یا تین ہفتے کے بعد موسم برسات شروع ہورہا ہے جو مہم جوئی کا موسم نہیں ہوتا۔ ندی' نالے اور دریا چڑھ جاتے ہیں اس لئے ہم فوری طور پر بھارت سے کسی بڑی کاروائی کی توقع نہیں کرسکتے۔ تاہم سندھ ایک ایسا علاقہ ہے جہاں برسات کی شدت کم ہوتی ہے وہاں ہندوستان مہم جوئی کرسکتا ہے۔ کارگل پر قبضے کیلئے بھی بھارت کے پاس چند ہفتے ہی بچتے ہیں۔ اگر وہ غلط اندازے کے جال میں پھنس کر اپنے سیاسی مقاصد سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور مایوس ہوکر لائن آف کنٹرول پر حملہ کردیتا ہے تو اس کے اور امریکہ کے تمام مشترکہ تشن مقاصد تکمیل رہ جائیں گے۔ آزاد کشمیر اور شمالی علاقوں کا دفاع پاک فوج کے مشن میں شامل ہے بلکہ پاکستانی علاقے اور کشمیر کے آزاد خطے میں ترجیح کے لحاظ سے ذرہ بھر فرق نہیں لہذا لائن آف کنٹرول کی خلاف ورزی کی صورت میں پاکستانی فوج ہر طرح کا قدم اٹھانے میں حق بجانب ہوگی جس سے بھارت کے سیاسی عزائم ملیامیٹ ہوجائیں گے۔ اگر بھارت دو تین ہفتے کے اندر اندر کارگل میں چھینی ہوئی چوکیاں مجاہدین سے واپس نہیں لے لیتا تو پھر ہندوستان کے پاس چھمب' سماہنی اور منگلا متبادل سیکٹر ہیں لیکن یہاں بھی بھارت کی کوئی کامیابی کارگل کا نعم البدل نہیں ہوسکتی نہ ہی وہ ہمیں سودلبازی پر مجبور کرسکتا ہے۔ نہ ہی مجاہدین ہماری کسی تجویز یا حکم کو ماننے کے پابند ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر ہم چند غیر اہم علاقوں سے محروم بھی ہوجاتے ہیں تو بھی ہماری برتری کو ضعف نہیں پہنچے گا اور ہماری سودے بازی کی اہمیت بھی کمتر نہیں ہوگی کیونکہ سردیوں میں سپلائی لائن کٹ جانے سے ہی دشمن کا صفایا ہوجائے گا۔ اس لئے ہندوستان کے پاس متبادل نہایت محدود ہیں۔ ہندوستان مزید چار ڈویژن فوج کشمیر بھجوا رہا ہے اس سے اس کی فوج کا پورا ڈھانچہ غیر متوازن ہوکر رہ جائے گا اس خلاء کو پر کرنے کیلئے ہی وہ چین سے دوستی کی پینگیں بڑھانا چاہتا ہے تاکہ آسام اور ناگالینڈ سے فوج نکالنے کے بعد مشرقی سرحدوں پر دباؤ کا شکار نہ ہو آگے چل کر وہ بنگلہ دیش کی سرحدوں پر تعینات دو ڈویژن فوج بھی نکال کر خلاء کو پر کرنا چاہے گا لیکن اس صورتحال میں وہ کوئی بڑا خطرہ مول لینے کی پوزیشن میں نہیں ہوگا۔ کشمیر میں بھارت کی چھ لاکھ سے زیادہ فوج پہلے

ہی موجود ہے۔کارگل کے بعد تو کشمیر ہر طرف سے ایک بند گلی بن گیا ہے جس میں بھارتی فوج قربانی کا بکرا بننے جارہے ہیں۔

پاکستان بیدار اور تیار رہے : بھارت کی سیاسی اور فوجی قیادت اگر خودکشی کا فیصلہ کر ہی چکی ہے تو اس میں ہمارا قصور نہیں...... تاہم ہمیں بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھانے ہوں گے۔

☆...... ہمیں اپنے حوصلوں کو زندہ رکھنا چاہیئے صرف چند ہفتے عزم واستقامت سے ڈٹے رہیں تو مجاہدین کی فتح دائمی ہوسکتی ہے یہ نہ صرف کشمیر کی آزادی کا پیش خیمہ بنے گی بلکہ کروڑوں مظلوم ہندوستان میں بھی برہمن اقلیت کے جبر سے نجات پاجائیں گے۔ ☆...... کارگل کے مسئلے کو ناقابل مذاکرات قرار دے دیا جائے صرف کشمیر پر مذاکرات کئے جائیں۔مذاکرات بامقصد ہوں۔ کشمیریوں کو حق خودارادیت سے محروم کرنے کیلئے مذاکرات بے سود ہیں۔ ☆...... آئندہ دو تین ہفتے کے دوران بھارتی قیادت انتخابات اور کارگل میں ناکامی کی وجہ سے لائن آف کنٹرول پر کوئی بھی کاروائی کرسکتی ہے۔ مظفر آباد' منگلا اور میرپور پر حملوں کی صورت میں ہمیں دشمن کا منہ توڑ جواب دینا ہوگا۔ انشاء اللہ پاک فوج اس صورتحال سے نمٹ لے گی۔ ☆...... لائن آف کنٹرول کے ساتھ ساتھ عوام کا مورال بھی بہت اونچا ہے ان میں جذبہ جہاد بیدار ہورہا ہے اور مجاہدین بھی صف بستہ ہوکر بھارت کے عزائم کو خاک میں ملانے کیلئے تیار ہیں۔ایک فوجی کی حیثیت سے میں یہ کہوں گا کہ ہمیں دشمن کی عملی صلاحیت پر نظر رکھنی چاہیئے۔اس کے دعووں سے خوف زدہ نہیں ہونا چاہیئے ہمیں ان حالات میں عوام کے جذبوں کو پاک فوج کی شجاعت سے ہم آہنگ کردینا اور رات دن پوری طرح ہوشیار اور خبردار رہنا چاہیئے۔ ☆...... ہندو امپریلزم کا خواب آج کا نہیں تقسیم ہند سے قبل کا ہے۔ نصف صدی سے تو وہ اس خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لئے نہایت بے تاب ہے لہذا بھارت سے کسی معاہدے کی پابندی کی امید کرنا محض خوش فہمی ہے۔ ہمیں "اعلان لاہور" کی لکیر پیٹنے کی بجائے اپنے بدترین دشمن کے متوقع وار کا انتظار اور مناسب دفاع کی تیاری کرنی چاہیئے۔ ☆...... ہمارے لئے ضروری تھا کہ ہم عالم اسلام کو بیدار کرتے لیکن حیرت ہے ہم نے ابھی تک OIC کا اجلاس بلانے کیلئے بھی کوشش نہیں کی۔ ہوسکتا ہے ایسا امریکی دباؤ کی وجہ سے کیا

کیا ہو لیکن امریکی دباؤ سے حقائق تو نہیں بدل سکتے۔ ہماری کوشش ہونی چاہیئے کہ زمینی حقائق کو اپنے حق میں استعمال کریں بالآخر اس مسئلے کا فیصلہ میدان میں ہی ہوگا۔ امریکی دباؤ وہاں کچھ بھی نہیں کر سکے گا۔ ☆...... اگر مجاہدین کے قدم اسی طرح بڑھتے رہے تو پھر ایک دن ایسا آئے گا جب امریکہ بھی حقائق کی روشنی میں اپنے اہداف کا تعین کرے گا اس وقت ہندوستان کو بھی کھلی آنکھوں کے ساتھ معاملات طے کرنے پڑیں گے۔ ویسے بھی ان کی اپنی عادت...... "پورا جاتا دیکھو تو آدھا دیو لٹا" وقت آئے گا جب ہندوستان حقائق کی دنیا میں لوٹ آئے گا۔ ☆ میں مجاہدین سے یہ بھی کہوں گا کہ وہ لیہہ منالی روڈ کو بھی نظر انداز نہ کریں اس پر بھی کاروائیاں کریں اگرچہ یہ دور ہے لیکن ان کی پہنچ سے باہر نہیں۔ اسی طرح سرینگر لداخ روڈ پر صرف کارگل کے علاقے میں کاروائیاں نہ کریں بلکہ جہاں سے یہ سڑک شروع ہوتی ہے وہاں پر ہی اس کو ہدف بنائیں۔ ☆...... بھارتی فوج نفسیاتی طور پر یہ جنگ ہار چکی ہے لیکن وہ اسے تسلیم نہیں کر رہی یہ اس کی مجبوری ہے۔ مجاہدین آنے والے موسم سرما میں بھی کارگل کی چوٹیوں میں پورے عزم و حوصلے کے ساتھ ڈٹے رہیں۔ میری اطلاع کے مطابق ان کے پاس ایمونیشن اور خوراک وافر مقدار میں موجود ہے یہ وہ سامان ہے جو انہیں بھارتی چوکیوں سے ملا ہے۔ یہ ان کی ایک سال کی ضروریات پوری کر سکتا ہے اس لئے ان کے حوصلے بلند اور مستحکم ہیں انشاء اللہ وہ ایک طویل جنگ لڑنے کی پوزیشن میں ہیں اور یہ جنگ بھارتی خرچ پر انہی کے ہتھیاروں سے لڑیں گے۔ ☆...... سیاچن پر بھارتی فوج کی سرنڈر کے آثار نظر آ رہے ہیں اسی لئے امریکی وفود پاکستان کو آنا شروع ہو گئے ہیں تاکہ ہندوستان کو مزید رسوائی سے بچایا جا سکے۔ ہمارے سرنڈر کو مشرقی پاکستان میں روکنے کیلئے امریکی بحری بیڑا نہیں آیا تھا تو اب بھارت کیلئے یہ رعایت کیوں؟ یہ وقت سودے بازی کا نہیں، آہنی عزم کا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جناب محمد امجد تھانوی صاحب
ریسرچ اسکالر کلیہ معارف اسلامیہ کراچی یونیورسٹی

قیام امن کیلئے رحمۃ اللعالمینؐ کا عملی نمونہ

آج سے تقریباً پندرہ سو برس قبل کا واقعہ ہے کہ خانہ کعبہ کی تعمیر نو کے بعد حجر اسود کو اپنی جگہ نصب کرنے کے سلسلے میں ہر قبیلہ اپنا حق مقدم سمجھتا ہے۔ نزاعی صورتحال ہے جس کے نتائج سخت خوفناک معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن کچھ لوگ سمجھ بوجھ سے کام لیتے ہوئے اس بات پر آمادہ کر دیتے ہیں کہ جو شخص علی الصبح سب سے پہلے خانہ کعبہ کی چار دیواری میں داخل ہو وہ اس نزاعی مسئلہ کا جو بھی حل پیش کرے سب کیلئے قابل قبول ہوگا۔

آنے والی صبح اہل مکہ کیلئے پیام امن لائی ہے۔ (محمد ﷺ) کعبہ کی چار دیواری میں داخل ہونے والے پہلے شخص ہوتے ہیں اور سب بے اختیار پکار اٹھتے ہیں کہ

هذا الامين ' رضينا ' هذا محمد

یہ امین ہیں ہم ان کے فیصلہ پر راضی ہیں یہ (محمد ﷺ) ہیں۔ توجہ فرمائیے کہ قیام امن کیلئے رحمۃ اللعالمین کا عملی نمونہ کیا ہے؟ آپ چاہتے تو حجر اسود اٹھا کر اسے اسکی جگہ نصب فرما دیتے اور کسی کو کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ مگر بات قیام امن کی تھی۔ آپ نے چادر زمین پر بچھائی اس میں حجر اسود رکھا اور تمام قبیلوں کو چادر پکڑنے کو فرمایا اور دست مبارک سے حجر اسود کو اسکی جگہ نصب فرما دیا اور یوں بعثت سے قبل ہی اپنے عمل سے اہل عرب کو ایک بہت بڑی خانہ جنگی سے نجات دلاتے ہوئے ان کے مابین امن واخوت کی فضاء قائم فرماتے ہوئے انہیں نئی زندگی بخش دی اور ایک ایسے معاشرہ کی اصلاح فرما دی جو چند لمحوں میں ختم نہ ہونے والے سلسلہ فساد کی جانب گامزن ہوا چاہتا تھا۔ اس لیے بعثت کے بعد اہل ایمان کو یہ باور کرا دیا گیا کہ رحمۃ اللعالمین کی آواز پر لبیک کہو۔

"یاایھاالذین امنوا استجیبوللہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم"

(اے ایمان والو! اللہ اور رسول ﷺ کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول ﷺ تمہیں اس چیز کیلئے

بلائیں تو تمہیں زندگی بخشے گی)۔ امام رازیؒ (۳)، علامہ آلوسی (۴) اور دیگر مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں سعید بن معلیٰ اور ابی بن کعبؓ کے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ جب دوران نماز ان حضرات کو حضور ﷺ نے پکارا اور ان کے جواب نہ دینے پر بعد ازاں فرمایا: کیا تم نے قرآن پاک میں یہ نہیں پایا کہ اللہ اور رسول ﷺ کے بلانے پر حاضر ہو (۵)۔ گویا اللہ نے حضور ﷺ کا ادب ہر شے پر مقدم قرار دیا۔ قرآن کریم میں نو مقامات پر حضور ﷺ کے ادب کی تعلیم دی گئی ہے (۶)۔ اور چھ مقامات ایسے ہیں جہاں حضور اکرم ﷺ کی شان میں کسی طرح کی بھی گستاخی کو کفر قرار دیا گیا ہے (۷)۔ اور یہ اس لئے کہ ان کی دعوت کو معمولی بات نہ سمجھا جائے بلکہ یہ یقین کامل ہو کہ اس دعوت پر لبیک کہنے سے حیات نو ملتی ہے اور معاشرہ اصلاح کی جانب گامزن ہوتا ہے۔ جب کہ آپ کی شان میں گستاخانہ رویہ اختیار کرنا بربادی ہی بربادی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حیات ارضی میں جہاں بنی آدمؑ میں زمانہ قابیل سے ہی اس کے لئے قربانی جسم و جان کی ریت پڑی وہاں پیغمبران امن (انبیاء کرامؑ) کی دعوت رشد و ہدایت نے اس سسکتی ہوئی انسانیت کی آہ و بکا کو قرار و سکون میں تبدیل کر کے اسے اسفل سافلین (۸) سے نجات دلا کر احسن تقویم (۹) کے حقیقی معیار پر لا کھڑا کیا۔ انسانی معاش پر رحمان کا یہ سلسلہ رحم صدیوں سے انبیائے مرسلین کے ذریعہ جاری رہا لیکن اس کے ساتھ ساتھ طوفانی اژدھان اپنی طاغوتیت سے ان بندگان خدا کو ایذا رسانی میں مبتلا کرتے ہوئے بر و بحر میں فساد کا سبب بنے رہے جس سے خالق کائنات کی قہاریت بھی اپنا کام دکھاتی رہی...... "ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقهم بعض الذی عملو العلهم یرجعون" (۱۰)

خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کی وجہ سے فساد پھیل گیا ہے تاکہ خدا ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے عجب نہیں کہ وہ باز آئیں۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی جانب سے انسانوں کو غلط کاموں سے پھیرنے کیلئے اور مجرموں کو ان کے اعمال کی پاداش میں سزاوار ٹھہرانے کیلئے مکافات عمل کا سلسلہ جاری رہا اور رب العالمین نے حیات انسانی کو جاہلیت کی تاریکیوں سے نکالا اور انہیں شعور عطا فرما کر اپنے حبیب خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ امن و اخوت کی نوید سنائی۔

"وما ارسلنک الا رحمۃ اللعالمین "(۱۲)اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت (بناکر) بھیجا۔

امن واخوت کی دعوت اور اس کار د عمل : حضور اکرم ﷺ نے اپنی اجتماعی جدوجہد کا آغاز کوہ صفا کے اعلان سے فرمایا(۱۳) آپ کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور لوگوں کو پکارا۔ آپ کی شخصیت ان کے دلوں میں اس قدر گھر کئے ہوئے تھی کہ ہر شخص آپ کی پکار سن کر دوڑا ہوا آپ کے پاس پہنچا تو آپ نے سب سے پہلے یہ نہیں فرمایا کہ تم لوگ برائیاں چھوڑ دو(۱۴) بلکہ سب سے پہلے اپنی شخصیت کو ان کے سامنے رکھا اور فرمایا! "لوگو! تمھاری میرے متعلق کیا رائے ہے ؟سب نے یک زبان جواب دیا ہم آپ کو امین اور صادق سمجھتے ہیں۔ رحمۃ اللعالمین نے اسی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اپنی ذات کیلئے مزید اقرار لینا ضروری سمجھا اور فرمایا کہ اگر میں کہوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے دشمن کا لشکر چھپا ہے اور وہ آن کی آن میں تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم اس بات کو مان لو گے ؟ قریش مکہ بے ساختہ بولے 'اے محمد (ﷺ) ہم اس بات کو ضرور مان لیں گے جب شخصیت کی حیثیت واضع طور پر متعین ہو گئی تو پھر آپ نے ان کے سامنے اصلاح ومعاشرہ کا عملی پروگرام رکھا(۱۵)۔ گویا ان کی اصلاح سے قبل یہ بات واضح کر دی کہ تم خود گواہ ہو کہ میں اصلاح یافتہ ہوں۔ اس کے بعد کے واقعات پر ہم اگر نظر کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر موقع پر آپ نے اپنے عمل سے یہ ثابت فرمادیا کہ آپ انسانیت کو دعوت امن واخوت دینے آئے ہیں تاکہ انسانی معاشرہ اصلاح پاسکے۔

(الف) مسلمانوں پر زیادتیاں ہوتے دیکھ کر آپ نے انہیں طاقت سے جواب دینے کیلئے نہیں فرمایا بلکہ قیام امن کو مد نظر رکھتے ہوئے فرمایا کہ وہ بھی حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں (۱۶)۔

(ب) قریش کے قطع تعلق کا جواب قطع تعلق سے نہیں دیا بلکہ امن وامان کی خاطر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے (۱۷)۔ (ج) سفر طائف میں جب آپ کی دعوت پر لبیک کہنے کے بجائے وہ لوگ آپ کی ایذار سانی کا سبب بنے تو بھی آپ نے ان کے لئے امن وعافیت کی دعا کرتے ہوئے فرمایا "میں ان لوگوں کی تباہی کیلئے کیوں بد دعا کروں۔ یہ اگر ایمان نہیں لاتے تو کوئی بات نہیں امید ہے کہ ان کی آئندہ نسلیں ضرور اللہ پر ایمان لانے والی ہوں گی "(۱۸)۔

(د) جب قریش نے مدینہ منورہ ہجرت کیلئے مجبور کر دیا اور سفر ہجرت کے دوران سراقہ بن مالک جعشم انعام کے لالچ میں پیچھا کرتے ہوئے عذاب میں مبتلا ہونے کے بعد امن کا خواستگار ہوا تو اس داعی واخوت نے اسکو بھی پروانہ امن لکھ کر دیا (۱۹)۔ (ر) مدینہ پہنچے پر آپ نے میثاق مدینہ (۲۰) اور رشتہ مواخات (۲۱) کا سلسلہ قائم کرتے ہوئے امن واخوت کی وہ بنیاد ڈال دی جو قیام امن کا ایسا سبب بنی کہ آج تک تاریخ اسکی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ (ز) صلح حدیبیہ کے نکات پر غور کیجئے۔ یہاں تک کہ آپ نے امن قائم کرنے کی خاطر اپنے نام کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نہ لکھنے کی بھی اجازت دے دی (۲۲)۔ (س) صلح حدیبیہ کے بعد آپ نے سلاطین اور امراء عالم کی طرف جو تبلیغی خطوط تحریر فرمائے ان میں بھی بنیادی موضوع قیام امن تھا۔ خصوصاً کسریٰ پرویز بن ھرمز شاہ فارس کے نام خط میں بالکل واضح طور پر یہ عبارت موجود ہے۔ اسام تسلیم (۲۳) اسلام قبول کرلو امن میں رہو گے۔ (ش) اور پھر فتح مکہ کا وہ دن جو کسی بھی فاتح کی خوابوں کی تعبیر ہوتی ہے۔ دنیا نے پہلی جنگ عظیم کے بعد Warsaw Pact کی صورت میں فاتح اور مفتوح کا معاملہ دیکھا ہے اور دوسری جنگ عظیم کے بعد بھی۔ لیکن کیا قیام امن کے اس عمل کی مثال پیش کی جاسکتی ہے جو انسانی تاریخ میں اتنی عظیم فتح جو اکیس برس کی طویل اور جان لیوا کشمکش کے بعد حاصل ہوئی اور وہ بھی اس پر امن طریقہ پر کہ قتل وغارت سے اسلامی فوج کو بالکل منع کر دیا۔ اور یہ شہر کی بات ہے جس میں آپ کیلئے قدم قدم پر کانٹے بچھائے گئے۔ گلے میں کپڑا ڈال کر ایذا رسانی کی گئی۔ اور یہ اس شہر کی بات ہے جس میں آپ کے قتل کے منصوبے تیار کئے گئے اور آخر کار آپ کو اس شہر سے نکل جانے کیلئے مجبور کیا گیا ہے۔ اسی شہر میں حضور ﷺ نے خون کا ایک قطرہ بھی گرانا پسند نہ فرمایا۔ بڑے بڑے جانی دشمن مفتوح ہو کر سامنے آئے تو رحمۃ اللعالمین نے فرمایا "میں تمھارے ساتھ وہی سلوک کروں گا جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا۔

"لاتشریب علیکم الیوم از عبوا فانتم الطلقا" (۲۵)۔ (آج کے دن تم سے کوئی باز پرس نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو)۔ (ص) پیغمبر اسلام نے اپنے عمل سے نہ صرف وقتاً فوقتاً ہمارے لئے قیام امن کی مثالیں چھوڑیں بلکہ اپنے آخری پیغام (حجۃ الوداع) میں ان تمام رسموں کو ختم

کرنے کا اعلان کیا جو امن کو درہم برہم کرنے اور معاشرے کی تباہی کا سبب تھیں۔ اسکا انتقام لینا خاندان والوں کا فرض بن جاتا اور سینکڑوں برس گزر جانے کے بعد بھی ادائیگی فرض کا یہ سلسلہ جاری رہتا۔ یوں لڑائیوں کا ایک غیر منقطع سلسلہ قائم ہو جاتا اور لوگوں کیلئے امن کی زندگی ایک خواب بنی رہتی۔ رحمۃ اللعالمین نے نہ صرف اس دن اس بے ہودہ رسم کے خاتمہ کا اعلان کیا بلکہ اپنے عمل سے ہمیں مشعل راہ بھی دکھا دیں۔ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا۔ ودمأ الجاھدیة موضوعة واول دم اضع دمانادم ابن ربیعة ابن حارث وھو موضوع کله"(۲۶)۔ جاہلیت کے تمام انتقامی خون باطل کر دیئے گئے اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کی طرف سے ربیعہ بن الحارث کا خون باطل کرتا ہوں۔ کاش کہ آج کے دور کا انسان اس حقیقت سے آشنا ہو جائے تو اختلاف قوم، رنگ و نسل اور زبان تمام جھگڑے از خود مفقود و متروک ہو جائیں اور نہ صرف دنیائے اسلام بلکہ دنیائے عالم میں امن کا عظیم رشتہ قائم ہو جائے گا۔ جس کے لئے قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ :"وماکان الناس الامة واحدة فاختلفوا"(۲۸)(اور سب لوگ پہلے ایک ملت تھے پھر جدا جدا ہو گئے)۔ آج ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم نے رحمۃ اللعالمین کے عطا کردہ اس عظیم الشان عملی نظام کو پس پشت ڈال دیا ہے اور اپنے اذھان کے ناکام اصول و قوانین کی پیروی میں لگے ہوئے ہیں آج کی دنیا میں امن قائم کرنا مشکل ہوتا جا رہا ہے۔ اس لئے کہ ہم نے جس تیزی سے مادی ترقی کی ہے۔ اخلاقی طور پر اس کا ساتھ نہ دے سکے۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گذرگاہوں کا — اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا

ذرا غور کیجئے کہ یہ ہم سب کیلئے لمحہ فکریہ ہے کہ آج وطن عزیز پاکستان کا سب سے بڑا شہر جو قائد بھی ہے کن کن تفرقات اور نفرت و عداوت کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ یہ وہی فرزندان شہر ہیں جن کے آباواجداد نے حضرت قائداعظم محمد علی جناحؒ کی قیادت میں یک جان ہو کر رشتہ ملی کے عظیم جذبہ سے سرشار قیام امن کی خاطر مسلمانان برصغیر کی فلاح و نجات اور استحکام و ترقی کیلئے پاکستان کو وجود بخشا، لیکن ہم ذاتی منفعت کو قومی منفعت قرار دیتے رہے اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے جوش میں ہوش کھو بیٹھے اور اپنے ہی بھائیوں کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگ رہے ہیں۔ یاد رہے

اگر ہمیں اب بھی ہوش نہ آیا تو ہمارے رنگ ونسب میں غبار آلود یہ پر ہمیں محو پرواز کے بجائے زمین بوس کردیں گے۔ آیئے پہلے اسکا علاج کرلیں جیسا کہ مفکر پاکستان حضرت اقبالؒ نے فرمایا :۔

غبار آلودہ رنگ ونسب ہیں بال وپر تیرے
تو اے مرغ حرم اڑنے سے پہلے پرفشاں ہوجا

ذرا غور کیجئے ! یہ کیسی قبیح حرکت ہے جس میں آج ہم ملوث ہیں ہماری امن وسلامتی' عزت ووقار' ترقی واستحکام اور سکون وآشتی کا واحد ذریعہ رحمۃ اللعالمین کے اس فرمان میں پوشیدہ ہے کہ......

"کونوا عباداللہ اخوانا المسلم اخوالمسلم لا یظلمہ ولا یخذ لہ ولا یحقرہ"(۳۱)

ترجمہ : (اے اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے ذلیل وخوار کرتا ہے)۔ اور پھر اپنے آخری پیغام میں ہمیں یہ درس دیا کہ :

"المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ ولمہاجر من ھجر مانھی اللہ"(۳۲)

ترجمہ : مسلمان وہ ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہے اور مہاجر وہ ہے جو اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں سے الگ ہوجاتا ہے۔ اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ہم اپنے معاشرے میں قیام امن کے طلب گار ہیں تو ہمیں رحمۃ اللعالمین کے عملی نمونہ کی پیروی کرنی ہوگی۔ آیئے عہد کریں کہ ہم رحمۃ اللعالمین کے عملی نمونہ کی تفسیر بنتے ہوئے دوسروں کیلئے رحمت بن جائیں گے اور یوں معاشرے میں امن کا دور دورہ ہوگا۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔

حوالہ جات

(۱) السیرۃ النبویہ۔ ابن ہشام' ابو محمد عبدالمالک' مصر' مصطفیٰ البابی جلبی' ۱۳۵۵ھ' ص ۲۰۹' الجزالاول (۲) القرآن۔ ۲۴/۸۔ (۳) تفسیر الکبیر۔ رازی' امام محمد الرازی فخر الدین' طہران' دارالکتب العلمیہ' ص ۱۳۶' الجز خاص عشر (۴) روح المعانی۔ آلوسی' ابی الفضل شہاب الدین' السید محمود' بیروت' احیاء' التراث العربی' ص ۱۹۱ الجز' القاسع (۵) فتح الباری (شرح بخاری)۔ ابن حجر' احمد بن علی عسقلانی' بیروت'۔۔۔۔ المعرفتہ' ص : ۳۰۷' حدیث ۴۶۴۷ (۶) القرآن۔ ۲۵/۴'۱۲/۵'۱۵۷/۷'۲۴/۸' ۶۳/۲۴'۳۶/۳۳'۹/۷ ۴ اور ۳۰۱/۴۹ (۷) القرآن : ۱۰۴/۲'۶۱/۹'۶۵/۹'۵۷/۳۳'۷۰۔۷۸/۳۸ اور ۶/۴۹ (۸) القرآن۔ ۵/۹۵ (۹) القرآن۔ ۴/۹۵ (۱۰) القرآن۔ ۴۱/۳۰ (۱۱) القرآن۔ ۱۰۷/۲۱ (۱۲) جب قرآن کی آیت ...... وانذر عشیر تک الاقربین (القرآن ۲۱۴/۲۶) نازل ہوئی۔ (۱۳) آپ نے اہل قریش کو اکٹھا کر کے ان کو دعوت اسلام دی۔ معاشرہ اتنا بگڑ چکا تھا کہ فوراً برائیوں سے اجتناب ان کے بس کی بات نہ تھی۔ اسی لئے خاتم النبین نے قریش کے سامنے

(باقی ص ۱۵ پر)

جناب ڈاکٹر نثار محمد صاحب
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اسلامک تھیالوجی' اسلامیہ کالج پشاور

تحریمِ خمر -- طبِ جدید کے تناظر میں

ہر کتاب کا ایک خا'' ، موضوع ہوتا ہے اور وہ پوری کتاب اس خاص موضوع کے اردگرد گھومتی ہے۔ قرآن کریم کا بھی ایک خاص موضوع ہے اور وہ ہے "انسان کی فلاح اور معاشرے کی اصلاح" قرآن کریم میں انسان اور انسانی معاشرے کی فلاح کے دو طریقے بتائے گئے ہیں۔

(۱) ایجابی طریقہ فلاح : اس طریقہ فلاح میں انسان کو ان امور کی طرف راغب کیا جاتا ہے جن کی ادائیگی سے انسان اور انسانی معاشرہ فلاح پا سکتا ہے۔

(۲) سلبی طریقہ فلاح : اس طریقہ فلاح میں انسان کو ان امور سے دور رہنے کی تلقین کی جاتی ہے جن کی ادائیگی کیوجہ سے انسان اور انسانی معاشرہ روبہ زوال ہو سکتا ہے۔ اس میں منکرات اور نواہی سے بچنے کی تاکید کی جاتی ہے۔

شراب کی حرمت کے حوالے سے قرآن کریم نے سلبی طریقہ فلاح اختیار کیا ہے تاکہ اس سے اجتناب کر کے انسان فلاح پائے۔

نواہی اور اسکے نفسیاتی مضمرات : اس عالم رنگ و بو میں انسان جو بھی کام کرتا ہے۔ اپنے نفع کیلئے کرتا ہے اور اگر کسی چیز سے پہلو تہی کرتا ہے تو اس میں بھی انسان اس چیز سے اجتناب کر کے نفع حاصل کرنا چاہتا ہے۔ شراب کی حرمت کے حوالے سے بھی اللہ نے انسان کو دعوت دی ہے کہ وہ اس کو اپنی عقل کے پیمانے پر تول کر دیکھے کہ اس میں نفع کتنا ہے اور نقصان۔ پھر اگر کسی چیز میں نفع و نقصان دونوں کا احتمال ہو تو انسان اس چیز کو لیتا ہے جس میں نقصان کم سے کم ہو (۱)۔ کیونکہ بڑے نقصان سے بچنا بھی نفع ہی کے زمرے میں آتا ہے۔ شراب دنیا کا قدیم ترین مشروب ہے۔ جو زمانہ قدیم سے فرط و نشاط کیلئے استعمال ہوتا چلا آرہا ہے (۲)۔ شاید اسی بنا پر قرآن کریم نے شراب کا انسان کے ساتھ قریبی تعلق کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کو بیک جنبش قلم ممنوع قرار نہیں

دیا۔ بلکہ تین مدارج میں اس کو حرام قرار دے کر انسانی عقل کو دعوت دی کہ وہ نفع و نقصان کے مسلمہ اصولوں پر پرکھ کر اپنے آپ کو اس لعنت سے نجات دلا دے۔

شراب کی حرمت کا پہلا مرحلہ : شراب کی حرمت کے پہلے مرحلے میں اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیات نازل فرمائی۔ "یسئلونک عن الخمر والمیسر۔ قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما (۳) ترجمہ : آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں کہہ دوان میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کیلئے کچھ فائدے بھی ہیں اور ان کا گناہ انکے نفع سے بہت بڑا ہے"۔ اس آیت میں "واثمھما اکبر من نفعھما" قابل غور جملہ ہے۔ اس جملہ کا مقصد یہ ہے کہ انسان شراب کو اپنے عقل کے پیمانے پر تول کر دیکھے کہ اس میں نفع کتنا ہے اور نقصان کتنا؟ اگر اس کا نقصان نفع سے زیادہ ہے تو پھر نفع و نقصان کے مسلمہ اصولوں کے تحت اس سے اجتناب کرے۔ قبل از اسلام عرب معاشرے میں یہ ایک غلط روآیت جڑ پکڑ چکی تھی کہ شراب انسانی صحت کیلئے مفید ہے۔ اس آیت کے نزول کے بعد اس غلط روآیت پر زد پڑی۔ لہذا کچھ لوگوں نے نفع کے مقابلے میں اس کے زیادہ گناہ (نقصان) کی بناء پر اس کو ترک کر دیا۔

حرمت کا دوسرا مرحلہ : پہلے آیت میں "منافع للناس" کی بناء پر بعض لوگوں نے شراب کا استعمال ترک نہیں کیا۔ اس لیے حرمت کے اس دوسرے مرحلے میں درج ذیل آیت نازل ہوئی :

"یاایھاالذین آمنوا لاتقربواالصلوٰۃ وانتم سکاریٰ حتی تعلموا ماتقولون"

ترجمہ : اے ایمان والو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو اس وقت تک نماز کے قریب مت جاؤ۔ جب تک تم زبان سے جو کچھ کہہ رہے ہو، اسے نہ سمجھنے لگو (☆)۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ انسان کا سب سے قیمتی سرمایہ اس کی عقل ہے اور اسی عقل ہی کی بناء پر اسے باقی تمام مخلوق میں ممتاز مقام حاصل ہے۔ انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کی ایک بڑی وجہ بھی یہی ہے کہ وہ جو کام بھی کرتا ہے سوچ سمجھ کر کرتا ہے۔ آنکھیں بند کر کے نتائج سے بے فکر ہو کر کوئی قدم نہیں اٹھاتا۔

☆اس ایت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت علیؓ کسی دعوت میں تشریف لے گئے تھے۔ جس میں شراب رکھی ہوئی تھی۔ کھانے کے بعد حضرت علیؓ نے جماعت پڑھائی، جس میں آپ نے سورۃ الکفرون کی تلاوت شروع کی۔ نشہ کی بناء پر تلاوت میں آپؓ سے سخت غلطیاں سرزد ہوئیں جس پر درج بالا ایت نازل ہوئی (دیکھئے معارف القرآن متعلقہ ایت)

قرآن کریم میں ان لوگوں کی مذمت بیان کی گئی ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے۔ ارشاد ربانی ہے :

"لهم قلوب لايفقهون بهاولهم اعين لايبصرون بها ولهم آذان لايسمعون بها أولئك كالانعام بل هم اضل "(۵)۔ ترجمہ "ان کے دل ہیں لیکن سمجھتے نہیں، آنکھیں ہونے کے باوجود نہیں دیکھتے اور کان ہونے کے باوجود نہیں سنتے۔ یہ لوگ جانوروں کی طرح بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں"۔ گویا وہ انسان سب سے بڑے خسران اور نقصان میں ہے۔ جس کیعقل ماؤف ہو جائے۔ جب انسان اچھائی اور برائی میں تمیز نہ کر سکے تو یہ اسکی عقل کا سب سے بڑا نقصان ہے۔ شراب کیلئے قرآن وحدیث میں "خمر" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور خمر کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے : "الخمر ما خامر العقل" ترجمہ : خمر (شراب) وہ ہے۔ جو عقل کو ماؤف کر دے۔ گویا شراب کا سب سے بڑا نقصان عقل کا زائل ہونا ہے۔

حرمت کا تیسرا مرحلہ : شراب کی حرمت کا تیسرا اور آخری مرحلہ نہایت جارحانہ اور سخت تھا اور اس میں اس مقصد کی نشاندہی بھی کی گئی ہے جو شراب کی حرمت کے پیچھے کارفرما ہے : ارشاد ربانی ہے : "انما الخمروالميسروالانصاب والازلام رجس من عمل الشطين فاجستنوبه لعلكم تفلحون"(۷) ترجمہ :"یقیناً شراب، جوا، بت اور فال کھولنے کے تیر یہ سب غلیظ اور شیطانی اعمال ہیں۔ لہذا اس سے بچتے رہو، تاکہ تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ "☆ اس آیت میں انسان کے دینی اور دنیاوی فساد کی نشاندہی کر کے اسے ان قبیح اعمال سے باز رہنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ شراب کی حرمت کا یہ تیسرا مرحلہ نہایت خوش اسلوبی سے طے ہوا اور شراب پر جان نچھاور کرنے والی قوم نے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے شراب کو الوداع کہا (۸)

شراب کی صحت افزا خصوصیات کے بارے میں غلط فہمیاں : انسان زمانہ قدیم سے شراب استعمال کرتا چلا آرہا ہے اور اس کے بارے میں یہ یقین کر لیا گیا تھا کہ اس میں صحت افزا خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ مثلاً بھوک بڑھاتیہے۔ بدھضمی کا خاتمہ کرتی ہے۔ انسان کو ذہنی خوشی دیتی ہے اور یہ کہ اس سے انسان میں جرأت اور بہادری پیدا ہو جاتی ہے (۹)۔ لیکن اس کے باوجود عرب معاشرے میں ایسے لوگ بھی تھے جو شراب کو نجس اور ایک غلیظ چیز سمجھتے تھے اور شرفاء

عرب اس سے اجتناب کرتے تھے (۱۰)۔ تاہم عام طور پر لوگ شراب کا (اسکی صحت افزا خصوصیات کی بناپر) بے دریغ استعمال کرتے تھے۔ تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ قبل از اسلام' عرب معاشرے میں بے یقینی اور ذہنی خلفشار وانتشار کا دور دورہ تھا۔ آپس کے اختلاف' قبائلی جھگڑوں اور خراب اقتصادی حالات کی بناء پر انکی خاندانی زندگی میں ہر وقت هیجان کی کیفیت رہتی تھی۔ طاقتور قبیلے کے حملے لوٹ مار کی خوف کیوجہ سے تقریباًہر فرد ذہنی خلفشار اور ڈپریشن کا شکار رہتا تھا۔ قرآن کریم نے ان کے اس ذہنی کھچاؤ کا نقشہ یوں کھینچا ہے :

"واذکرنِعمَتَ اللہ علیکم اذکنتم اعدآءً فالّف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخواناً وکنتم علی شفا حفرة من النار فانقذکم منها" (۱۱)۔ ترجمہ : اور اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو' جب تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ پھر اللہ نے تمھارے دلوں میں اُلفت ڈال دی۔ اب تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے' پھر اللہ نے تم کو اس سے نجات دی۔

جن لوگوں کی نجی زندگی کی یہ حالت ہو' جو اس آیت میں بتائی گئی ہے وہاں پر احساس محرومی اور ذہنی بے چینی کا پیدا ہونا یقینی ہے۔ اسی بناء پر وہ اپنے اس ذہنی کھچاؤ کو کم کرنے اور چند لمحوں کی خوشی کے حصول کیلئے شراب خوب پیتے تھے۔ اس زمانے میں شراب کا استعمال آج کی مغربی دنیا میں اس کے استعمال سے کہیں زیادہ تھا (۱۲)۔ اس قسم کے شراب کی رسیا قوم کو اس لعنت سے چھٹکارا دلانے کے لئے پہلے مرحلے کے طور پر اس کے متعلق اور مضر روح ہونے کی بناء پر شراب پر پابندی لگانے کیلئے اتنا لمبا چوڑا راستہ اختیار کیا۔ تو پھر یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ یہ شراب بذات خود ہے کیا چیز ؟ اس کا مزاج کیا ہے اور اس میں وہ کونس اجزاء ہیں جن کی وجہ سے انسانی صحت پر اس کے برے اثرات مرتب ہوتے ہیں ؟۔

شریعت میں شراب کی تعریف : قرآن کریم میں شراب اور اس قسم کے دوسرے مشروبات کیلئے خمر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ خمر کا لفظ خمر سے ماخوذ ہے۔ اور اس کے معنی ہے اس نے ڈھانپ لیا۔ اس نے چھپالیا (۱۳)۔ حدیث شریف میں خمر کی تشریح یوں کی گئی ہے۔

"الخمر ماخامر العقل"(۱۴) ترجمہ :(خمر وہ ہے جو عقل کو زائل کر دے)☆

ایک اور حدیث میں ابن عمرؓ رسول اللہ ﷺ سے یوں نقل کرتے ہیں :

"کل مسکرخمر وکل خمر حرام" (۱۵)۔ترجمہ :(ہر نشے والی چیز خمر (شراب) میں شامل ہے)۔ اور ہر خمر (شراب) حرام ہے۔ گویا ہر وہ مشروب جسکی وجہ سے انسان کے ذہنی قویٰ متاثر ہوتے ہیں اور اس کو سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت سے محروم کر دیتے ہیں۔ شراب کے زمرے میں آتے ہیں (۱۶)۔ ابن عمرؓ ہی کی ایک اور حدیث میں یوں ارشاد ہوتا ہے۔"کل مسکرحرام' مااسکر کثیره فقلیله حرام"(۱۷)ترجمہ :(ہر نشے والی چیز حرام ہے جس چیز کا زیادہ حصہ نشہ آور ہو اس کا قلیل حصہ بھی حرام ٹھہرتا ہے)۔

<u>شراب کن چیزوں سے بنتی ہے ؟</u> : عہد نبویؐ میں لوگ جن چیزوں سے شراب بناتے تھے ان کی نشاندہی درج ذیل حدیث میں کی گئی ہے :"عن نعمان بن بشیرؓ قال قال رسول الله ﷺ ان من الحنطة خمراً ومن الشعیرخمراً ومن التمرخمراً ومن الزبیب خمراً ومن العسل خمراً(۱۸)۔ترجمہ :(حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ شراب پانچ چیزوں سے بنتی ہے۔ گندم' جو' کھجور' انگور اور شہد۔ اگرچہ اس حدیث میں صرف پانچ چیزوں کا تذکرہ ہے لیکن آج کل ان کے علاوہ اور بھی مختلف چیزوں سے مصنوعی طریقے سے شراب بنائی جاتی ہیں۔ جدید طبی تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ شراب خواہ کسی بھی چیز سے بنائی جائے اس میں دو اہم اجزاء میتھائل(Methyl)اور ایتھائل(Ethyl)ضرور شامل ہوتے ہیں(۱۹)

جدید دور میں شراب کے جملہ مشروبات کیلئے الکحل(Alcohol)کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔الکحل کا لفظ انگریزی زبان مین 16ویں صدی میں استعمال ہونا شروع ہوا۔اس سے پہلے یہ لفظ انگریزی زبان میں کبھی بھی استعمال نہیں ہوا تھا(۲۰)۔ الکحل دراصل عربی زبان کا لفظ ہے۔اور اس کے معنی ہے نفیس اور عمدہ پاؤڈر(۲۱)انگریزی کا لفظ الکحل(Alcohol)عربی زبان کے لفظ الغول(Al-ghul)کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔جس کے معنی ہے دماغ کو سن کرنا' زہر آلودہ کرنا' مردہ کرنا وغیرہ(۲۲)۔ مشہور مسلمان سائنسدان جابر ابن حیان (۱۸۵ھ / ۸۰۰ء) پہلا شخص تھا جس نے بغداد میں خالص قسم کی شراب

تیار کی تھی اور اس نے اسکا نام الغول (Al-Ghul) رکھا تھا (۲۳)۔ غالب گمان یہی ہے کہ یہ الغول (شراب) جب یورپ پہنچی تو وہاں یہ نام کثرت استعمال کی وجہ سے الکحل (Al-cohal) پڑ گیا۔ کیونکہ انگریزی بان میں "غ" کا تلفظ نہیں ہے۔ اس لئے شاید انہوں نے (GH) کو (CH) میں بدل کر اسے الغول سے الکحل بنا دیا۔

دور جاہلیت اور الکحل کا استعمال : عرب شعر آء کے جاہلیت کے دور کے اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ قبل از اسلام دور میں عرب شراب کا استعمال خوب کرتے تھے۔ خاص طور پر جنگوں کے موقعوں پر تو شراب پانی کی طرح پیتے تھے۔ شاعر رسول حضرت حسانؓ ابن ثابت کی جاہلیت کے دور کا ایک شعر ہے : ونشربها فتتر کنا ملوکاً واسداً لا ینهنهنا اللقآء (۲۴)

ترجمہ (جب ہم شراب پیتے ہیں تو بادشاہ بن جاتے ہیں اور میدان جنگ میں پھرے ہوئے شیر بن جاتے ہیں۔ جن کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا)۔ احادیث کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ دور جاہلیت میں عرب الکحل کے طبی خصوصیات کے قائل تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دوا اور علاج کی خاطر شراب استعمال کرتے تھے۔ جیسا کہ درج ذیل حدیث سے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

"عن طارق بن سویدالجهنی سال النبی ﷺ عن الخمر فنهاه اوکره ان یصنعها فقال انما اصنعها للدوآء فقال انه لیس بدوآء ولکنه ' دآء" ترجمہ : (طارق بن سویدؓ نے رسول کریم ﷺ سے شراب کے بارے میں پوچھا۔ تو آپ ﷺ نے منع فرمایا۔ یا اس کے بنانے کو ناپسند فرمایا۔ تو اس نے کہا! کہ ہم تو صرف دوا کیلئے اس کو بناتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ دوا نہیں بلکہ خود ایک بیماری ہے۔

منافع للناس سے غلط فہمی : جو غلط تصورات الکحل کے بارے میں اسلام سے قبل مشہور تھے۔ قرآنی آیت "منافع للناس" سے غلط فہمی کی بناء پر وہی تصورات بعد از اسلام بھی بعض صاحبان علم کے ہاں بھی مروج تھے۔ علامہ ابن کثیرؒ (۷۷۴ھ) جیسی اولوالعظم شخصیت بھی شراب کے نقصان کو دین کا نقصان تصور کرتے ہیں۔ لیکن وہ اس کے طبی فوائد کے بھی قائل تھے۔ اس نے اس کی زود ہضمی، بدن سے فاضل مادوں کے اخراج میں معاونت اور ذہنی و دماغی قوتوں میں اضافے جیسی صلاحیتوں کا

تذکرہ کیا ہے۔ نیز یہ کہ شراب انسان کو خوشی اور سرور دیتی ہے (۲۵)۔ ابوبکر الرازیؒ نے بھی اپنی کتاب "منافع الاغذیة" میں شراب کی انہی خصوصیات کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ شراب بدن کو موٹا کر کے رنگ کو سرخ کرتی ہے اور پیاس کی شدت کو ختم کرتی ہے (۲۶)۔ مسلمان حکماء کا شراب کے بارے میں اس طرح کا غلط فہمی کا شکار ہونا صرف "منافع للناس" کے غلط معنی لیے جانے کی بناء پر ہوا تاہم ابن عباسؓ نے صراحت کے ساتھ منافع کی تشریح کر کے یہ غلط فہمی دور کر دی ہے۔ فرماتے ہیں :"(اثم کبیر) بعد التحریم (و منافع للناس) قبل التحریم بالتجارة بھا (واثمھما) بعد التحریم (اکبر من نفعھما) قبل التحریم" (۲۷)۔ لہذا منافع سے مراد صرف وہ تجارتی نفع ہے جو ان کو قبل التحریم حاصل ہوتا رہا لیکن اس کی حرمت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کے منافع کو سلب کر دیا (۲۸)۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن قیم (۷۵۱ھ) نے الکحل کا دوائی کے طور پر استعمال سخت ممنوع قرار دیا ہے۔ آپ نے لکھا ہے :"ما جعل اللہ لنا فیھا شفاء قط (۲۹) ترجمہ :(اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے اس میں قطعاً شفا ہی نہیں رکھی ہے)۔ جدید طبّی تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ الکحل انسانی صحت کیلئے نہایت مضر ہے۔ علم الادویات (Pharmacology) کی تمام کتب اس بات پر متفق ہیں کہ شراب میں کوئی بھی ایسی چیز موجود نہیں جو انسانی صحت کیلئے مفید ہو۔ مغربی معاشرہ (جہاں شراب کے استعمال پر کوئی پابندی نہیں) بھی اب شراب کی تباہ کاریوں سے عاجز آچکا ہے (۳۰)۔ تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ کسی بھی چیز کے کھانے کے بعد میٹابولزم (Metabolism) کے عمل کی وجہ سے وہ چیز اپنی بنیادی وحدتوں میں تقسیم ہونے کے بعد جسم پر اس کے اچھے یا برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ لہذا کسی نجس، خبیث اور مضر صحت چیز کے کھانے سے اس کے برے اثرات ضرور اس جسم پر پڑتے ہیں۔ ماہرین طب الکحل کو انسانی بدن کیلئے کتنا مضر قرار دیتے ہیں اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

<u>الکحل اور شہوت :</u> ابن سینا (۹۸۰ء۔۱۰۳۸ء) نے شراب کی خصوصیات میں بطور خاص اس بات کا ذکر کیا ہے کہ یہ قوت شہوانیہ کو تحریک دیتی ہے (۳۱)۔ جب خواص کی یہ حالت ہو تو عوام تو پہلے ہی سے اسکے بارے میں غلط فہمی کے شکار تھے۔ مشہور انگریزی شاعر شیکسپیئر (Shakespeare) نے اپنے ایک ڈرامے میں شراب کی انہی خصوصیات کے حوالے سے اس مروجہ رائے کا اظہار کرتے

ہوئے لکھا ہے: "It provokes the desires, but takes away the performance"
یعنی یہ شہوت کو تو ابھارتا ہے مگر عملی کارکردگی کی قوت کو سلب کرتا ہے (۳۲)۔ دنیا میں جنسی جرائم کی بڑی وجہ شراب کے بارے میں یہی غلط تصورات ہیں۔ بدکاری میں ملوث افراد میں سے پچاس فیصد کا تعلق شرابیوں سے ہوتا ہے۔ بلکہ محرمات سے بدکاری کرنے والے بھی اکثر شرابی ہی پائے گئے (۳۳)۔ نبی کریم ﷺ نے سینکڑوں سال قبل اس خبیث مشروب کو ام الفواحش اور ام الکبائر قرار دیا ہے (۳۴)۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا الکحل کے انہی خصوصیات کے بارے میں یوں لکھتا ہے:
"حقیقت یہ ہے کہ شراب شہوت کو تیز کرنے کے بجائے انسان کے اعضاء توالد و تناسل کو نقصان پہنچاتی ہے (۳۵)۔ جدید طب نے الکحل کو انسانی خصیوں (Testes) کیلئے جہاں مادہ منویہ بنتا ہے نہایت مضر قرار دیا ہے۔ شراب کے کثرت استعمال کی بناء پر مرد کے آلہ تناسل کے سیدھے کھڑے ہونے کی صلاحیت متاثر ہوتی ہے اور انسان خواہش کے باوجود مجامعت کے قابل نہیں رہتا (۳۶)۔ خواتین میں کثرت شراب نوشی کی بناء پر ان کے بدن میں ایسٹروجن (Estrogen) نامی ہارمون زیادہ ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے شہوت میں خودبخود کمی آجاتی ہے کیونکہ یہ ہارمون براہ راست خواتین کے جنسی خواہش پر اثر ڈالتے ہیں (۳۷)۔ مردوں کے بدن میں ان ہارمون کی زیادتی کیوجہ سے نامردی اور عورتوں کی طرح پستان کے ابھار نکل آتے ہیں۔ مرد کے چہرے پر مونچھوں اور داڑھی کے بال نہیں نکلتے اور پھر مرد و عورت میں تمیز کرنا مشکل ہو جاتا ہے (۳۸)۔ خواتین میں مے نوشی کی بناء پر درج ذیل بیماریاں پیدا ہوتی ہیں: (۱) حیض میں بے قاعدگی (۲) شہوت میں کمی (۳) بچے کا معذور پیدا ہونا (۴) اسقاط حمل میں اضافہ (۳۹)۔

الکحل اور زود ہضمی: اکثر شرابی اس کے فوائد میں زود ہاضمی کو شامل کرتے ہیں۔ علامہ ابن کثیر (۷۷۴ھ) نے شراب کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ زود ہاضم ہے (۴۰)۔ لیکن آج کے ماہرین طب نے انکی رائے کو غلط ثابت کر دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ الکحل نظام انہضام کیلئے نہایت مضر ہے کیونکہ شراب کیوجہ سے اشتہا کم ہو جاتی ہے اور خالی پیٹ انسان اپنے آپکو بھرا پیٹ محسوس کرتا ہے (۴۱) الکحل کے کثرت استعمال کیوجہ سے لعاب دہن اور معدے کی تیزابیت (ھائڈرو کلورک ایسڈ /

HCl) میں کمی آجاتی ہے، جسکی وجہ سے کھانا جلدی ہضم نہیں ہوتا۔ الکحل پیٹ کے پردے میں براست خون میں جذب ہو جاتا ہے جسکی بناء پر معدے میں موجود خوراک بروقت ہضم ہونے سے رہ جاتی ہے (۴۲) اور انسان درد سر، گیس، قے، دست اور متلی جیسے بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے (۴۳)۔

الکحل اور خوراک کی نالی : الکحل کی وجہ سے شرابی کا گلہ اکثر خراب رہتا ہے اور گلے میں خراش اٹکا ہوا محسوس کرتا ہے جسکی بناء پر اس کی آواز سخت اور بھاری ہو جاتی ہے (۴۴)۔ شرابیوں میں گلے کا کینسر بہت عام ہے (۴۵) جن عوامل کی وجہ سے کھانا گلے میں نیچے جاتا ہے شراب کی وجہ سے وہ متاثر ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے خوراک کی نالی میں کھانا آسانی سے نیچے نہیں جاتا اور کھانے میں دقت محسوس ہوتی ہے اس کے علاوہ معدے میں موجود خوراک واپس منہ کی طرف آنا شروع ہو جاتی ہے (۴۶)۔

الکحل اور معدہ : انسانی جسم کا اپنا ایک دفاعی نظام ہے اور اس دفاعی نظام کی بدولت کوئی بھی مضر صحت چیز انسانی جسم میں داخل ہوتے ہی اس کے خلاف جسم "ضد جسم" مواد تیار کر کے اسے ختم کر دیتے ہیں۔ معدے کے اندر ایک پردہ (Gastric Mucosa) یہی کام کرتا ہے کہ معدے کو مضر چیزوں سے بچاتا ہے۔ الکحل کی وجہ سے یہ پردہ اپنا کام چھوڑ دیتا ہے۔ جسکی وجہ سے معدہ بلاواسطہ نقصان دہ چیزوں کی زد میں آجاتا ہے۔ اور خوراک کی نالی کے اوپر سے لیکر معدے کے انتہا تک کا پورا نظام بگڑ جاتا ہے (۴۷)۔ الکحل معدے کی زخم (Peptic Ulcer) کیلئے حد درجہ نقصان دہ ہے۔ الکحل معدے میں پہنچ کر گرمی پیدا کر کے نظام انہضام میں ھیجان کی کیفیت پیدا کر دیتی ہے (۴۸)

الکحل اور نظام قلب : رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے :

"الا ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله الا وھی القلب" (۴۹)

ترجمہ : (سنو جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ ٹھیک ہوتا ہے پورا نظام بدن ٹھیک ہوتا ہے اور جب اس میں بگاڑ آجائے تو پورے نظام بدن میں بگاڑ آجاتا ہے۔ جان لو کہ وہ دل ہے)۔ انسانی

صحت کا دارومدار دل کی طبعی حرکت پر منحصر ہے۔ اگر دل کے معمول کی رفتار میں بگاڑ آجائے تو انسانی زندگی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ الکحل کی وجہ سے دل کی حرکت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور اس اضافے کی بناء پر دل کے پٹھوں پر اضافی بوجھ پڑ جاتا ہے۔ جسکی وجہ پر دل کے پٹھے بری طرح متاثر ہو جاتے ہیں (۵۰)۔ الکحل کے کثرت استعمال سے انسان بلند فشار خون (Hypertension) میں مبتلا ہو جاتا ہے اور دل کے دوران خون میں بے قاعدگی آجاتی ہے (۵۱)۔ الکحل کیوجہ سے دل کی رگوں میں چربی زیادہ جمع ہو جاتی ہے جو خون کے گردش میں رکاوٹ کا باعث بنتی ہے۔ جن ممالک میں الکحل کا استعمال زیادہ ہے وہاں پر دل کے مریض دوسرے ممالک سے بہت زیادہ ہوتے ہیں (۵۲)

الکحل اور دماغ : الکحل کی وجہ سے انسانی جسم کا نروس سسٹم (Nervous System) سُست پڑ جاتا ہے جسکی وجہ سے انسان کے قوت فیصلہ کی صلاحیت متاثر ہو جاتی ہے (۵۳)۔ اس کی وجہ سے دماغ کے وہ خلیئے متاثر ہو جاتے ہیں جس سے پروٹین بنتی ہے اور اس وجہ سے انسان کی قوت حافظہ متاثر ہو جاتی ہے (۵۴)۔ علامہ ابن قیمؒ (۷۵۱ھ) نے شراب کے دماغ پر برے اثرات کے بارے میں فرمایا ہے :"فانها شديد المضرة بالدماغ الذى هو مركز العقل عندالاطباء والفقهآء" (۵۵)۔ ترجمہ : شراب دماغ کیلئے نہایت مضر ہے' جو کہ اطبآء اور فقہاء کے نزدیک عقل کا مرکز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شرابی کسی بھی مسئلے کا سامنا کرنے سے گھبراتا ہے اور معاملات میں لوگوں کے ساتھ بدزبانی اور بد اخلاقی پر اتر آتا ہے (۵۶)۔ عالمی ادارہ صحت (W.W.O) کی رپورٹ کے مطابق ۵۰ فیصد حادثات شرابیوں کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ ۵۰ فیصد زنابالجبر کے واقعات شرابی کرتے ہیں۔ ۷۰ تا ۸۶ فیصد اقدامات قتل شراب کے زیر اثر افراد کرتے ہیں۔ ۷۴ فیصد بیویوں کو مارنے والے شرابی ہوتے ہیں۔ صرف برطانیہ میں ۵۰ فیصد قیدی شراب کی وجہ سے ہونے والے کسی جرم میں سزا کاٹ رہے ہوتے ہیں (۵۶)۔

الکحل اور سردی سے بچاؤ : شراب کے رسیا لوگوں کا کہنا ہے کہ شراب سے جسم میں گرمی پیدا ہو جاتی ہے اور انسان سخت سردی میں بھی اپنے آپ کو گرم محسوس کرتا ہے لیکن یہ ایک معروضہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شراب کی وجہ سے وقتی طور پر انسان کے خون کی رگیں پھول جاتی ہیں اور

اس میں پھلاؤ کی وجہ سے ان میں زیادہ خون دوڑنے لگتا ہے اور یوں انسان اپنے آپ کو گرم محسوس کرنے لگتا ہے۔ دراصل انسانی جسم کے درجہ حرارت کو بحال رکھنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے ایک خودکار نظام وضع کیا ہے کہ جب انسان سخت سردی میں نکلتا ہے تو اس پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ یہ کپکپی انسانی جسم باہر کے درجہ حرارت کو اپنے اندر کے درجہ حرارت کے برابر لانے کیلئے کرتا ہے۔ لیکن شرابی کے خون کے پھلاؤ کی وجہ سے خود بخود کپکپی اور لرزنے کی یہ صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔ اور یوں باہر کی سردی کا اس کے جسم پر غیر محسوس طریقے سے برا اثر پڑتا ہے۔ خون آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہونے لگتا ہے اور دماغ تک خوان کم پہنچنے کی وجہ سے انسان نیم بیہوش ہو جاتا ہے۔ اچانک درجہ حرارت کم ہونے (Hypothermia) کیوجہ سے سرد ممالک میں ۳۰ تا ۸۰ فیصد اموات واقع ہوتی ہیں (۵۷)۔
الکحل اس وقت دنیا میں امن عالم کیلئے بہت بڑا خطرہ بن چکا ہے۔ ۲۲ ویں عالمی ہیلتھ اسمبلی (World Health Assembly) کی رپورٹ کے مطابق اس وقت دنیا میں حل طلب مسائل میں الکحل سب سے گھمبیر شکل اختیار کر چکا ہے (۵۸)۔ مغربی ممالک آج الکحل کو دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ قرار دے رہے ہیں۔ لیکن اسلام نے سینکڑوں سال قبل الکحل کو "رجس" اور "شیطانی عمل" کہہ کر اس مسئلے کی نشاندہی کردی تھی اور انسانوں کو اس سے دور رہنے کا حکم دیا۔ آج یورپ کے جنرل ہسپتالوں میں آنے والا ہر چوتھا شخص الکحل سے منسلک کسی بیماری کی وجہ سے داخل ہوتا ہے (۵۹)۔

حوالہ جات

(۱) قرآن کریم البقرہ 219:2 (۲) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا۔ دی یونیورسٹی آف شکاگو ۱۹۸۸ء امریکا زیر لفظ "الکحل"
(۳) قرآن کریم البقرہ 219:2 (۴) قرآن کریم النسآء 43:4 (۵) قرآن کریم الاعراف 7-147 (۶) امام محمد بن اسماعیل البخاری (۲۵۶ھ) صحیح البخاری سعید کمپنی کراچی کتاب التفسیر کتاب الاشربہ باب ان الخمر من العنب (۷) قرآن کریم المائدہ 90:5
(۸) دیکھئے حوالہ نمبر ۲ (۹) ایضاً دیکھئے حوالہ نمبر ۲ (۱۰) عبدالرحمن ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون مطبع مصطفیٰ محمد قاہرۃ مصر، ص: ۱۸۰ (۱۱) قرآن کریم آل عمران 3-103 (۱۲) دیکھئے Dr. Ali Akbar< the Problems of Alcohol and its solution in Islam, Saudi Publishing House Jeddah, 1986, P:2
(۱۳) امام راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، قدیمی کتب خانہ کراچی، بذیل مادہ "خمر" (۱۴) دیکھئے حوالہ نمبر ۲
(۱۵) (الف) امام مسلم (ابوالحسین مسلم بن حجاج) (۲۶۱ھ) صحیح مسلم سعید کمپنی کراچی کتاب الاشربہ باب ان کل مسکر خمر
(ب) ابو داؤد سلیمان الاشعث سجستانی (۲۷۵ھ) سنن ابو داؤد مکتبہ امدادیہ ملتان کتاب الاشربہ باب ماجآء فی السکر
(۱۶) امام الخطیب الشربینی، مغنی المحتاج، دارالفکر بیروت لبنان، ج: ۴، ص: ۱۸۷ (۱۷) دیکھئے حوالہ نمبر ۱۵۔ (ب)

(۱۸) دیکھئے حوالہ نمبر ۲ (۱۹) ایضاً (۲۰) دیکھئے: The oxford classical dictionary, the oxford Press. London(1933) "ALCOHOL" (۲۱) ایضاً حوالہ نمبر ۲۰ (۲۲) ڈاکٹر محمد علی البار 'الخمر بین الطب والفقہ' سعودی پبلشنگ ہاؤس جدہ (۱۹۸۶) ص: ۳۰ (۲۳) ایضاً دیکھئے حوالہ نمبر ۲۲ (۲۴) عبدالرحمن ابرقوقی 'دیوان حسان ابن ثابت' المطبعۃ الرحمانیہ مصر (۱۹۲۹) ص: ۳ (۲۵) علامہ ابن کثیر (حافظ عمادالدین) (۷۷۴ھ) تفسیر القرآن العظیم (تفسیر ابن کثیر) طبع کراچی ج ۱ ص ۸۱ 'البقرۃ ۲: ۲۱۹ (۲۶) دیکھئے: Dr.A.Albar, Misconception about the health procuring properties of Alcohol, Saudi Medical Journal, Vol.9 No1. January(1988)P=34 (۲۷) تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس دارالکتب العلمیہ بیروت 'البقرۃ ۲: ۲۱۹ (۲۸) سید سابق 'فقہ السنۃ' دارالکتاب العربی بیروت طبع سوم بیروت ج ۲ ص: ۳۷۳ (۲۹) حافظ ابن قیم الجوزیہ (۷۵۱ھ) زادالمعاد' داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان ج ۳ ص ۱۳۴ (۳۰) روزنامہ جنگ راولپنڈی 'جمعہ میگزین' جولائی ۱۹۹۱ء ص: ۳۳ (۳۱) مولانا سید محمد انظر 'شراب اسلام کی نظر میں۔ ماہنامہ الحق اپریل ۱۹۷۲ء ص: ۲ (۳۲) دیکھئے: Shakespeare, Macbeth. act No.2, Marshal Chinard Holt,Inc London, 1963 (۳۳) دیکھئے: Dr. A.Albar, Mis conception about the health procuring properties of Alcohol, Saudi Medical Journal Vol.9,No.1, January (1988) P:33-36 (۳۴) حافظ ابی عبدالرحمن النسائی (۳۰۳ھ) سنن نسائی مکتبہ سلفیہ لاہور کتاب الاشربۃ (۳۵) دیکھئے: حوالہ نمبر ۲ (۳۶) دیکھئے حوالہ نمبر ۲۲ (۳۷) دیکھئے: Conveevsion of androgens to estrogers in cirrhosis of the liver, J clin Endoerinal Metab, 55:583-586(1982) (۳۸) دیکھئے حوالہ نمبر ۲ زیر لفظ ہارمون Hormone (۳۹) دیکھئے حوالہ نمبر ۱۲ (۴۰) دیکھئے حوالہ نمبر ۲۵ (۴۱) ڈاکٹر عالمگیر 'شراب کے طبی اثرات' روزنامہ جنگ' راولپنڈی جمعہ میگزین نومبر ۱۹۹۱ء۔

جناب مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب

مسلم نوجوانوں میں دینی بیداری ایک اچھی علامت

جیسا کہ قارئین "الحق" کو معلوم ہے کہ ماہنامہ الحق انشاء اللہ آئندہ چند ماہ میں اکیسویں صدی اور عالم اسلام کے چیلنجز کے عنوان سے ایک خصوصی نمبر شائع کرنے کا اہتمام کر رہا ہے۔ اس سلسلہ میں مختلف حلقوں کی طرف سے اس کا خیر مقدم کیا جا رہا ہے۔ خصوصاً ہندوستان کے بہت بڑے علمی و ادبی مرکز ندوۃ العلماء (لکھنؤ) کے ترجمان "تعمیر حیات" ۱۰۔ جون ۹۹ء نے اپنے اداریہ میں اس کوشش کی تحسین کی ہے۔ تحدیث نعمت کے طور پر ہم اسے "تعمیر حیات" کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ ندوۃ العلماء اور ہندوستان کے دیگر اہم علمی و تحقیقی مراکز اور اہل قلم شخصیات اس نمبر کی تیاری میں ہماری بھرپور معاونت اور سرپرستی فرمائینگے۔ (ادارہ)

اب سے ۲۰ سال قبل جب پندرہویں صدی ہجری کا آغاز ہونے جا رہا تھا دنیا میں مسلمانوں کی اہمیت اور تعداد کو بڑھتے ہوئے دیکھ کر متعدد دانشوروں نے یہ اظہار خیال کیا تھا کہ نئی صدی اسلامی صدی ہوگی یعنی اس میں اسلام کا خاص طور پر فروغ ہوگا اور مسلمانوں کی عزت و عظمت میں خصوصی اضافہ ہوگا۔ اس وقت کے حالات کو دیکھ کر کسی قدر اس بات کا اندازہ بھی ہوتا تھا کیونکہ اسلام کا تعارف کرانے والے اور ذرائع ابلاغ کے ذریعہ دعوتی کام کرنے والے جو اثر ڈال رہے تھے اور اس کے نتیجہ میں جگہ جگہ اسلام کو لبیک کہنے کے واقعات پیش آ رہے تھے اور غیر مسلموں میں بھی تلاش حق کا جذبہ رکھنے والے ایسے متعدد افراد علم میں آ رہے تھے جو اسلام کو سمجھنا چاہتے تھے اور اسلام کے متعلق انہوں نے جو کچھ سنا تھا اس کی بنا پر وہ اسلام کے بارے میں اپنے حسن ظن کا وقتاً فوقتاً اظہار بھی کرتے تھے دوسری طرف دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ایک ارب سے متجاوز ہو رہی تھی جو دنیا کی کل آبادی کی چوتھائی بنتی تھی، نیز مسلمان آزاد ملکوں کی تعداد بھی متحدہ اقوام کے کل ارکان ملکوں میں ایک چوتھائی اور ان کو بڑھتی اور ابھرتی ہوئی قوم کی حیثیت سے دیکھا جانے لگا تھا۔ لیکن دوسری طرف بین الاقوامی سیاسی برادری میں اس کیفیت کو مسلمانوں کے پرشوکت و عظمت ماضی کے پس منظر میں دیکھنے کا رجحان پیدا ہونے لگا اور اس کو اسلام کی ایسی

احیائیت سمجھا جانے لگا جو دنیا کی لامذہبی تہذیب و تمدن کو چیلنج کرنے والی اور دنیا کے ملحدانہ و نفس پرستانہ رجحان کے لئے خطرہ بننے والی ہے۔ اور یورپ کی قوموں نے اسلامیت کے بڑھتے ہوئے رجحان کو ایک خطرناک رجحان کی حیثیت سے دیکھنا شروع کر دیا' اس کا یہ اثر ہوا کہ چند برسوں کے اندر جگہ جگہ اسلامیت کے رجحان پر قدغن لگائے جانے لگے اور اسلام کے حامیوں اور اس پر عمل کرنے والوں کو شک کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا اور دنیا کی بڑی طاقتوں نے تو اس کے روک کیلئے خاطر خواہ انتظامات شروع کر دیئے اور اسلامی قدروں اور آداب کی معمولی سے معمولی پابندی کو خطرہ کی نظر سے دیکھنا شروع کر دیا اور یہ بات اتنی بڑھی کہ متعدد مغربی حکومتوں نے اپنے زیر اثر مسلمان ممالک میں اسلامیت سے تعلق کے اظہار کو قابل گرفت عمل بنا دیا۔ چنانچہ ان کے اثر سے اس رجحان کو روکنے کیلئے سیاسی و حکومتی دباؤ اور ذرائع ابلاغ کا اثر استعمال کیا جانے لگا۔ اور نوبت بعض ملکوں میں یہاں تک پہونچی کہ نمازوں کی باجماعت پابندی اور داڑھی رکھنے کا عمل بھی شک کی نظر سے دیکھا جانے لگا اور عورت کا سر کو رومال سے ڈھکنا قابل سزا جرم سمجھا جانے لگا' غیر مسلمان ملکوں میں فرانس اور مسلمان ملکوں میں ترکی میں خاص طور پر اسی پر عمل کیا جا رہا ہے۔

متعدد ملکوں میں اسلامی تعلیمات کا ذکر کرنا اور ان پر عمل کی دعوت دینا رجعت اور دہشت گردی کی علامت قرار دیا جاتا ہے۔ اور وقتاً فوقتاً اس جرم میں پکڑ دھکڑ بھی ہونے لگی ہے' چنانچہ متعدد ملکوں میں ہزاروں ہزار افراد اس پریشانی میں مبتلا ہیں۔ اس سب کے نتیجہ میں اس صدی کی پہلی چوتھائی میں ہی یہ صورت حال بن گئی...... کہ اس صدی کو اسلامی صدی قرار دینا محل نظر معلوم ہونے لگا ہے۔ اس صدی سے قبل غیر مسلم ملکوں میں بھی اسلامی طور و طریق کو نشانہ بنا کر کاروائی نہیں ہوئی تھی اور اب غیر مسلم ملک تو بڑی چیز ہیں بعض اسلامی ملکوں میں بھی اسلام کی کھل کر وکالت قابل مواخذہ جرم سمجھا جانے لگا۔ لیکن اس سب کے باوجود خوش آئند بات یہ ہے کہ پہلے اسلامی حمیت اور دین کا شوق صرف بڑی عمر کے مسلمانوں میں پایا جاتا تھا اور نوجوان نسل اپنے کو اس سے الگ رکھتی تھی اور اپنی عمر کے تقاضہ کے مطابق ہی دلچسپی رکھتی تھی اب یہ ایک بات پیدا ہوئی ہے کہ اسلام اور اسلامیت کی حمیت نوجوان نسل کے لوگوں میں بھی خاصی نظر آ رہی ہے' بلکہ

ان کی عمر کے تقاضہ کے مطابق جوش وہمت اور قربانی کے جذبات کے ساتھ ان میں یہ رجحان بڑھ رہا ہے اس لئے جہاں جہاں اسلامیت کو دبانے اور روکنے کا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے وہاں ایک مقابلہ اور ٹکراؤ کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو کہ زندگی کا ایک فطری عمل ہے اور زندگی کے باعزت بقا کیلئے اور حق بات کو اس کا حق دلانے کیلئے ضروری ہے۔ اسلام کے آغاز کی تاریخ دیکھی جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ اس کی دعوت وحمایت کے لئے جذبہ وہمت و قربانی میں نوجوانوں کا عنصر پیش پیش تھا۔ اور ایسے معاملات میں اسلام کا طریقہ ہر مذہب اور ہر دعوت سے مختلف رہا ہے' رسول اسلام محمد ﷺ نے اپنی امت کے داعیوں کو یہ سکھایا ہے کہ اپنی بات زور دستی اور جبر سے نہیں بلکہ ہمدردی' خیر خواہی اور محبت سے پیش کریں اور اس راہ میں اگر ان کے ساتھ سختی ہو تو اس کو آخرت میں حصول اجر کی خاطر گوارہ کریں اور انصاف وحق پرستی کے ساتھ سختی کا مقابلہ کریں۔ یہی وجہ ہے کہ ان ساری کوششوں کے باوجود اسلامی رجحان اور مقام کو دبانے اور کچلنے کیلئے دنیا کے مختلف خطوں میں کی جارہی ہیں اسلام کی دعوت پھیل رہی ہے اور لوگ اس کو سمجھنا چاہتے ہیں اور اس کو جستہ جستہ قبول بھی کرتے ہیں۔ یہ بہت خوش آئند بات ہے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ سمجھنے کی بھی بات ہے کہ اپنے رب کے حکم کی تعمیل میں تکلیف اٹھانا اور تکلیف کے باوجود حق کا پیغام صبر ورضا کے ساتھ پہونچانا اسلام کی قوت وترقی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ اسلام کو اس سے ہمیشہ ترقی ہوئی ہے اور آئندہ بھی اسی کا اندازہ اور توقع ہے اور کچھ مستبعد نہیں ہے کہ یہ صدی اسلامی صدی کہلائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

۵۱۵

مولوی محمد عبدالرحمٰن البازی
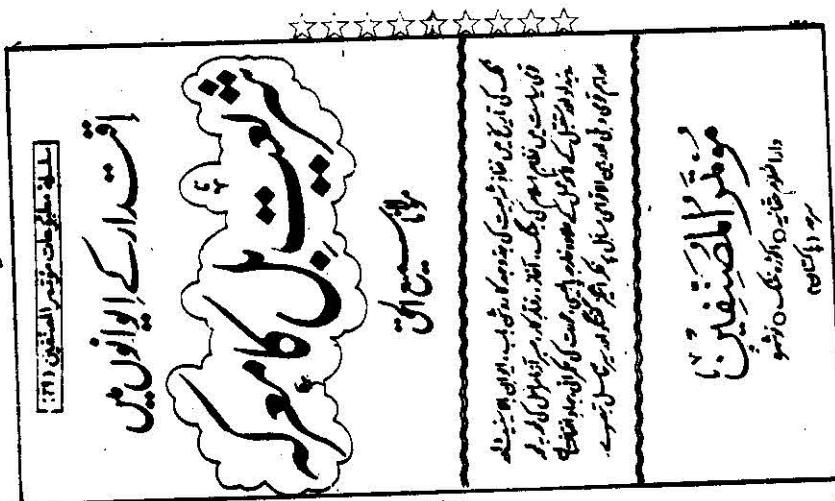
دنیائے علم کا مینار

شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد موسیٰ الروحانی البازی طیب اللہ آثارہ

(آخری قسط)

حضرت شیخؒ کی شہرت عالم اسلام کے کونے کونے میں پھیل چکی تھی۔ تشنگان علم دور دور سے اپنی علمی پیاس بجھانے آپ کے پاس آتے تھے۔ ۱۹۷۱ء میں مولانا عبدالرحمٰن اشرفی مدظلہ کی درخواست پر جامعہ اشرفیہ تشریف لائے اور شیخ الحدیث کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے اور تقریباً اٹھائیس سال تک اس مسند پر فائز رہے۔ مولانا رسول خانؒ نے اپنی زندگی میں ایک پیش گوئی کی تھی کہ میرے بعد ایک نوجوان، متورع، متقی اور علم کا پہاڑ آنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جملے کی لاج محدث اعظم شیخ الشیوخ مولانا محمد موسیٰ الروحانی البازیؒ کی صورت میں لا کر رکھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ محدث اعظم مولانا محمد موسیٰ الروحانی البازیؒ کو علمی حسن کیساتھ ساتھ ظاہری حسن سے بھی خوب نوازا تھا۔ دراز قد، خوبصورت جسامت، کشادہ پیشانی، گھنگریالے سر کے بال، سفید رنگ میں سرخی کے آثار، روشن آنکھیں، پرنور چہرہ، آنکھیں حیاء سے ہمیشہ جھکی رہتیں، چلتے تو آپ کے چلن سے وقار ٹپکتا، آپ کا ہر قدم ہمیشہ فلاح کیلئے اٹھا، مسکراتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے خزاں میں بہار آگئی ہو...... آپ نے علم حاصل کیا تو اسے عمل کے نام چڑھادیا، جرأت کے اسباق ازبر کئے تو اسے صداقت کے حوالے کردیا، آپ کا ہر بول اسلام اور پاکستان کیلئے تھا۔ آپکی ہر بات امانت اور دیانت کی امین تھی۔ آپکی انگلیوں کی پوریں کلام پاک اور احادیث مبارکہ کے ہر صفحے کی آیت سے مسئلہ کا حل تلاش کر کے اٹھتی تھیں...... محفل میں کیا آتے...... روشنی آجاتی......

حضرت شیخ رحمہ اللہ کی وضع قطع انوکھی تھی کرتا لمبا، بہت ہی لمبا، سر پر سنت کے مطابق عمامہ اور اس کے اوپر بڑا سا سفید رومال، کرتے کے کھلے آستین اور خاص طرز کی بناوٹ، یہ افغانی سرداروں کا سا لباس تھا۔ اس لباس میں حضرت شیخؒ قدیم عرب عالم نظر آتے تھے۔ اس سادگی لباس پر ان کے پختہ علم و عمل و تقویٰ نے لفظ "الشیخ" کا لقب اوڑھ کر انہیں اہل اسلام کیلئے مثل شجر سایہ دار بنادیا تھا۔ متانت، سنجیدگی، تحمل اور قوت ارادی یہ سب چیزیں حضرت شیخؒ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔ سنجیدگی ایسی

کہ بڑے سے بڑا آدمی بھی آپ سے مرعوب ہو جاتا تھا۔ متانت اور تحمل ایسا کہ علمی مسئلے پر مخالف سے مخالف آدمی آجائے اور آپ کے سامنے بات کرتا تو آپ تحمل کیساتھ اسکی بات سنتے اور پھر دلائل کیساتھ اس کا جواب دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے سے بڑا مخالف آپکی مجلس میں بیٹھنے کے بعد قائل ہو جاتا۔ اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر مکتبہ فکر کے لوگوں میں عزت عطا فرمائی۔ آپ کی زندگی بڑی مجاہدانہ تھی۔ آپ نے اپنی پوری زندگی دین اسلام کیلئے وقف کر رکھی تھی۔ حضرت شیخؒ اپنی استقامت کے حوالے سے اس طرح سربلند ہوئے۔ انہوں نے قرآن وحدیث سے جو ناطہ جوڑا تھا' آخر دم تک اس کیلئے زندہ رہے' وہ علم وعمل کے مجاہد تھے...... خدا کے دین کیلئے زندہ رہے...... خدا کے دین کو پھیلانے کیلئے ہی لڑتے رہے۔ آپ نے جس طور کل عالم کی فضاؤں کو علمی وروحانی روشنی سے منور کیا اس کی بدولت اہل حق کے قافلے ہمیشہ منزلوں کا سراغ پاتے رہیں گے۔ حضرت سعید بن جبیرؒ نے حجاج بن یوسف کے "دست جفا" سے شہید ہوئے تھے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے "البدایہ والنہایہ" میں ان کے بارے میں حضرت میمون بن مہران کا قول نقل کیا ہے: "کہ سعید بن جبیرؒ کا انتقال اس وقت ہوا جبکہ روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں تھا جو ان کے علم کا محتاج نہ ہو"۔ نیز امام احمد حنبلؒ کا ارشاد نقل کیا ہے: "سعید بن جبیرؒ اس وقت شہید ہوئے جبکہ روئے زمین کا کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو ان کے علم کا محتاج نہ ہو"۔

آج صدیوں بعد یہ فقرہ محدث اعظم شیخ الشیوخ العلامہ مولانا محمد موسیٰ الروحانی البازیؒ پر حرف بحرف صادق آتا ہے۔ وہ دنیا سے اس وقت رخصت ہوئے جب اہل اسلام ان کے علم وفقہ کے محتاج تھے۔ اہل دانش کو ان کے فہم وتدبر کی احتیاج تھی اور علماء ان کی قیادت وزعامت کے حاجتمند تھے' انکی تنہا ذات سے دین وخیر کے اتنے شعبے چل رہے تھے کہ ایک جماعت بھی ان کے خلاء کو پُر کرنے سے قاصر رہیگی۔ اس زمین پر عرشِ بریں کے آخری نمائندے محمد عربی ﷺ سے محبت وعقیدت عشق کی آخری دہلیز پر تھی۔ درس حدیث میں یا گھر میں نبی کریم ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا ذکر فرماتے تو رقت طاری ہو جاتی اور آواز بند ہو جاتی۔ اپنی کاپی میں بطور خاص یہ شعر لکھا ہوا تھا۔

سنا ہے قبر میں دکھلاتے ہیں شبیہ نبیؐ اجل کا اس لیے ہم انتظار کرتے ہیں

جمعہ کی رات گھر پر طلباء کرام کیساتھ مجلس ہوتی جس میں حضرت شیخؒ طلباء کا قہوہ کیساتھ اور دیگر ہدایا کیساتھ اکرام کرتے' مجلس کے آخر میں نعتیں پڑھی جاتیں' جونہی نعت شروع کی جاتی۔ حضرت شیخؒ کی آنکھیں پُرنم ہو جاتیں' آنسوؤں کا ایک نہ رکنے والا سیلاب ہوتا جو سخت سے سخت دل کو بھی تڑپا جاتا۔

مجھ سے ایک مرتبہ فرمایا کہ میری زندگی میں کسی کو مت بتلانا مجھے ہفتہ میں کئی مرتبہ محبوب خدا ﷺ کی زیارت ہوتی ہے۔ ہر سال عمرے پر جانے کا معمول تھا۔ وہاں آب زمزم سے سر مبارک کو دھوتے اور پھر واپس تشریف لانے کے بعد پورا سال سر پر صابن نہیں ملتے تھے۔ فرماتے تھے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کی گلیوں کی خاک سر پر پڑی ہو گی، کہیں وہ برکات وانوارات مفقود نہ ہو جائیں۔ یہ انکی محبت و عقیدت کا ایک انداز تھا۔ شاید یہ اسی محبت و عقیدت کا نتیجہ تھا جس کے طفیل اللہ رب کائنات نے سینکڑوں کتابیں لکھنے کی توفیق عطا فرمائی، جو دین کی سربلندی کا ذریعہ ہیں اور ان کیلئے صدقہ جاریہ۔ ایک مرتبہ مولانا سعید احمد خان صاحبؒ (جو کہ رائے ونڈ کے بزرگوں میں شمار ہوتے تھے) کی رہائش گاہ واقع مدینہ منورہ (سعودی عرب) میں والد محترمؒ، مولانا سعید احمد خانؒ کے ساتھ تشریف فرما تھے، احقر بھی اس مجلس میں شریک تھا۔ ایک شخص (جو کہ مدینہ منورہ کا ہی رہائشی تھا) آیا اور آتے ہی والد ماجد محدث اعظم شیخ الشیوخ مولانا محمد موسیٰ الروحانی البازیؒ سے کہنے لگا کہ حضرت مجھے معاف کر دیں۔ والد ماجدؒ نے فرمایا بھائی! کیا ہوا؟ وہ شخص کہنے لگا کہ آپ مجھے معاف کر دیں، والد ماجدؒ نے فرمایا کوئی وجہ بتلاؤ تو سہی؟ وہ شخص کہنے لگا کہ جب تک آپ معاف نہیں فرمائیں گے میں بتلا نہیں سکتا۔ تو اپنے مخصوص لب ولہجے میں والد صاحبؒ نے فرمایا: اچھا بھائی معاف کیا۔ اب بتلاؤ! وہ کہنے لگا: "کچھ دن پہلے ہم کچھ ساتھی بیٹھے آپ کا ذکر کر رہے تھے، آپ کے علم و عمل کی باتیں ہو رہی تھیں، میں نے چونکہ اس سے پہلے آپ کو دیکھا نہیں تھا اس لیے میرے ذہن میں آپ کے بارے میں ایک تصور قائم ہوا کہ پھٹا پرانا لباس ہو گا، دنیا کا کچھ پتہ نہیں ہو گا۔ اتفاق سے ایک دن مسجد نبوی ﷺ میں آپکی زیارت بھی ہو گئی تو آپ کا جب جبہ مبارک دیکھا، سر پر پگڑی اور اس کے اوپر رومال (آپ کا یہ سادا سا لباس ہوتا تھا جو آپ پر بہت سجتا تھا) تو میرے ذہن میں جو پھٹے پرانے لباس کا تصور تھا وہ ٹوٹ گیا، جس سے میرے دل میں آپ کے بارے میں کچھ بدگمانی پیدا ہو گئی۔ رات کو خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی، دیکھا کہ انتہائی غصے میں ہیں۔ میں نے عرض کیا: "یا نبی اللہؐ! مجھ سے ایسی کیا غلطی ہو گئی کہ آپ ناراض دکھائی دے رہے ہیں۔ فرمایا نبی پاکؐ نے: "تم ہمارے موسیٰ کے بارے میں بدگمانی کرتے ہو، فوراً میرے مدینے سے نکل جاؤ"۔ میں خوف سے کانپ گیا، فوراً معافی چاہی، فرمایا کہ جب تک ہمارا موسیٰ معاف نہیں کرے گا میں بھی معاف نہیں کروں گا۔ پھر وہ شخص کہنے لگا کہ میں کافی دنوں سے آپ کو تلاش کر رہا ہوں۔ آج معلوم ہوا کہ آپ یہاں تشریف فرما ہیں۔ تو معافی مانگنے حاضر ہوا ہوں۔ والد صاحبؒ نے جب یہ واقعہ سنا تو بچوں کیطرح پھوٹ

پھوٹ کر رو پڑے۔ عشق نبی ﷺ سے لبریز نبی کریم ﷺ کی مدح میں کافی کتابیں لکھیں جن میں سے درود شریف کی ایک کتاب
"البرکات المکیہ" ہے جس میں آپ نے حبیب خدا ﷺ کے آٹھ سو سے زائد اسمائے مبارکہ کو مستند احادیث مبارکہ کی کتابوں سے کافی تحقیق کے بعد درود شریف کی شکل میں یکجا کیا (اس کتاب کو بطور حاجات پوری دنیا میں لوگ پڑھتے ہیں۔ اکثریت بتلاتی ہے کہ جس گھر میں یہ کتاب پہنچی انہوں نے اسکے واضح فوائد محسوس کئے) یہ آپکی نبی کریم ﷺ سے عشق کی انتہا کی واضح دلیل ہے۔ اور بھی متعدد ایسے واقعات ہیں جن سے آپکی دیوانگی کی حد تک نبی کریم ﷺ سے محبت و عقیدت کا پتہ چلتا ہے۔ آج جب کبھی میں یادوں کے دریچوں کو کھول کر انکی باوقار زندگی کے بارے میں سوچتا
ہوں تو احساس ہوتا ہے کہ انکی زندگی کی مشابہت رحمۃ للعالمین ﷺ کی حیات مبارکہ سے کافی حد تک ہوتی ہے اور پھر موت بھی اس دن نصیب ہوئی جس روز نبی کریم ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے، یعنی سوموار کے روز، یقیناً یہ انکی سرور دو عالم ﷺ سے محبت و عقیدت کا نتیجہ تھا۔

حضرت شیخؒ کو "ریحان" ("نیازبو" یہ ایسا پودا ہے کہ جس کے سبز پتوں سے خوشبو آتی ہے) کے پودے سے بہت محبت تھی، کیونکہ ایک حدیث کے مفہوم کے مطابق یہ پودا "جنت کے پودوں میں سے ایک پودا ہے"۔ اس حدیث کی رو سے آپ اس پودے کو پسند فرماتے تھے۔ گھر میں بھی ریحان لگایا ہوا تھا جو کافی سرسبز و شاداب تھا۔ جب بھی آپ درس حدیث کیلئے تشریف لے جاتے تو اس پودے سے خوشبودار پتا توڑ کر سونگھتے ہوئے جاتے (آپ ہمیشہ ایک سے زیادہ پتا نہ توڑتے، فرماتے کہ یہ پودے بھی اللہ کا ذکر کرتے ہیں)۔ حضرت شیخؒ کے انتقال کے فوراً بعد میری اس سرسبز و شاداب "ریحان" پر نظر پڑی تو دیکھا کہ وہ پودا تیزی سے مرجھانا شروع ہو گیا ہے، شاید! یہ پودا حضرت شیخؒ کے فراق میں پریشان و گریاں تھا۔ اسکی "نظر" میں انتقال شیخ کے بعد اب شام و سحر کا پہلا رنگ نہ رہا۔ ایک دو دن کے اندر وہ پودا بالکل مرجھا کر خشک ہو گیا۔ ایک ولی اللہ محدث کبیر حبیب اللہ سے پودے کا یہ عشق کتنا مبارک ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پودے اور پرندے وغیرہ بھی اولیاء اللہ کو جانتے ہیں اور ان سے محبت کرتے ہیں۔ والد ماجدؒ نے اپنی تصنیف کردہ کتاب "ترغیب المسلمین" میں حضرت سفیان ثوریؒ کا ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ انہوں نے ایک بلبل پالی ہوئی تھی جو حضرت سفیان کے انتقال کے بعد بڑی مغموم رہتی اور حضرتؒ کی قبر پر بڑی اداسی کی حالت میں جایا کرتی۔ ایک دن لوگوں نے اس غمگین بلبل کو سفیانؒ

کی قبر کے پاس مردہ پا کر اسے سفیان ثوریؒ کے ساتھ انکی قبر میں یا ان کے پہلو میں گڑھا کھود کر دفن کر دیا۔
میں اکثر سوچا کرتا کہ یہ کیسے مبارک انسان ہوں گے کہ جن کی جدائی کے غم میں پرندے بھی جانیں دے رہے ہیں۔ مگر اس کا چشم دید مشاہدہ والد محترمؒ کے وصال کے بعد ہوا کہ کس طرح یہ جان رکھنے والے پودے ان کے فراق کے غم میں جان کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں اور مرقد اطہر کی مٹی سے خوشبو جاری ہو رہی ہے۔

کوئی مزا مزا نہیں کوئی خوشی خوشی نہیں تیرے بغیر زندگی موت ہے زندگی نہیں

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اہل اللہ وصالحین سے محبت کرنے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائیں (آمین)۔ ۱۹۔ اکتوبر بروز سوموار فضا میں صبح سے ہی افسردگی کے آثار نمایاں تھے۔ حضرت شیخؒ نے حسب معمول عشق خداوندی سے سرشار نماز عصر کیلئے وضو فرمایا......
کسی کو معلوم نہیں تھا کہ کچھ دیر بعد کیا قیامت آنے والی ہے؟ حضرت شیخؒ نماز کیلئے تشریف لے گئے...... کون جانتا تھا کہ حضرت شیخؒ اپنے آخری سفر پر تشریف لے جا رہے ہیں...... پھر کبھی واپس نہ آنے کیلئے...... دوران نماز دل کا دورہ پڑا۔ نماز کے بعد دعا بھی ہو چکی مگر حضرت شیخؒ بدستور حالت تشہد میں بیٹھے رہے، کسی کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ اس عظیم المرتبت وجلیل القدر علمی شخصیت سے کچھ پوچھ سکے۔ میرے بڑے بھائی محمد زبیر آگے بڑھے اور خیریت پوچھی تو ان کی گود میں آرام سے گر پڑے، اور کلمہ شریف اور اللہ، اللہ کا ورد شروع کر دیا۔ طلباء سے بھی فرماتے رہے کہ سورۃ اخلاص، درود شریف اور سورۃ فاتحہ پڑھ کر مجھ پر دم کرو۔ یہ جملہ بھی آپ کی زبان پر رہا:
"الھی انا عبدک الضعیف" یعنی اے اللہ! میں آپ کا کمزور بندہ ہوں۔ فی الفور حضرت شیخؒ کو ہسپتال لے جایا گیا، راستے میں بھی کلمہ شریف زبان پر رہا۔ اپنے ہمراہ آنے والوں کو بھی کلمہ پڑھنے کی تلقین کرتے رہے۔ یہ ان کے درس حدیث کے شوق کی انتہا تھی کہ حالت نزع میں بھی کلمہ طیبہ پڑھنے کا درس دے رہے تھے۔
مگر آہ! ہسپتال میں...... منتوں اور مرادوں سے مانگا ہوا...... اور معرفت و آگہی کے ساتھ پالا ہوا یہ درویش صفت انسان اور اس صدی کا عظیم مجتہد قرآن وحدیث سے وفا کی رسم نباہ کر رب کائنات کو پکارتا ہوا اس دنیائے فانی سے رخصت ہو گیا۔ جس وقت جسد خاکی ایمبولینس کے ذریعہ جامعہ پہنچی۔ اس عظیم وقیامت خیز سانحہ کے ساتھ ساتھ وہ منظر بھی بھلائے نہیں بھلایا جا سکتا۔ طلباء وعلماء کا ایک جم غفیر تھا جو

دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا' کیونکہ وہ جان گئے تھے کہ آج وہ حقیقی معنوں میں یتیم ہو گئے ہیں...... عالم اسلام یتیم ہو گیا ہے' علم یتیم ہو گیا ہے۔ وہ دیکھ چلے تھے کہ علم کا ایسا ٹھاٹھیں مارتا ہوا دریا ہم سے راستہ بدل گیا ہے جس سے عرصہ تک تشنگان علم سیراب ہوتے رہے۔ ان کے سامنے علم و عمل کا وہ چراغ بجھ گیا تھا جسکی روشنی ہزاروں' لاکھوں افراد کیلئے ہدایت کا باعث تھی۔ آج معلوم ہو رہا تھا کہ ان کے جلال پر ان کا جمال غالب تھا۔ آج ان کی شفقتیں یاد آ رہی تھیں' ان کا طلباء سے اظہار محبت فرمانا' ہر سال اپنی لاکھوں مالیت کی تصانیف طلباء میں تقسیم فرمانا' انہیں قہوہ پلانا' غلطیوں پر ٹوکنا' ان سے نعتیں سننا' غریب ونادار طلباء کی مالی مدد کرنا' ہر طالب علم کو پیسے دینا وغیرہ بھلا ایسی خوبیاں کسی اور میں کہاں ہیں۔ ان خوبیوں کا حامل کوئی اور کیسے بن سکتا ہے؟ اب کہاں ایسے اساتذہ جو اپنے تلامذہ کیساتھ اس طرح پیش آئیں' اپنے بچوں کی طرح عزت کریں' انکی حوصلہ افزائی کر کے ان کو آگے بڑھائیں' آخر کار اسی مسند پر بٹھا دیں جس پر وہ خود بیٹھتے ہیں۔ یہ تمام باتیں و شفقتیں و محبتیں' یادیں بن کر مزید آنسو بہانے پر مجبور کر رہی تھیں...... دل غم سے پھٹے جا رہے تھے۔

ابھی جام عمر بھرا نہ تھا کفِ دست ساقی چھلک پڑا
رہی دل کی دل ہی میں حسرتیں کہ نشان قضا نے مٹا دیا

مالدیپ و دیگر ممالک میں حضرت شیخؒ کے انتقال پر سرکاری طور پر سوگ کے اعلانات ہوئے اور پرچم سرنگوں کئے گئے۔ اور حرم شریف میں غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی گئی۔ حضرت شیخؒ کے جنازہ میں بلا مبالغہ ہزاروں عقید تمندوں کا اجتماع تھا۔ ہزاروں ماتم گسار اور دیوان گان شوق ان غیر معمولی شخصیات کے علاوہ تھے جو ملک کے کونے کونے سے اپنے محبوب کے سفر آخرت کی دید کیلئے غیر معمولی سفر پر چلی آئی تھیں۔ اس اجتماع میں ہر رنگ نمایاں تھا' اہم اور غیر اہم کی تمیز اٹھ گئی تھی۔ بس ہر ایک عظمتوں کے آخری سفر پر رنجیدہ و دل گرفتہ تھا۔ فضا میں غیر معمولی افسردگی و اداسی کے آثار نمایاں تھے' ہجوم عاشقاں تھا جو قابو سے باہر تھا' ہر طرف سر ہی سر تھے۔ اکثر لوگ کہہ رہے تھے کہ ہم نے پہلی بار اتنا بڑا اور عظیم الشان جنازہ دیکھا ہے۔ مولانا جمشید صاحب دامت برکاتہم (رائیونڈ) نے جنازہ سے پہلے ایک جامع تقریر کی۔ تقریباً ساڑھے دس بجے حضرت شیخؒ کا جنازہ گھر سے برآمد ہوا مگر آج وہ درس حدیث کیلئے نہیں بلکہ ہم سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جدا ہونے تشریف لائے تھے۔ جس چارپائی پر حضرت شیخؒ کا جنازہ تھا وہ چارپائی اپنی جگہ غم و حسرت کی تصویر تھی۔ حاضرین کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ غم کی شدت انتہا ہو گئی۔ کہیں سے آواز آئی پیچھے

ہو جاؤ! عصر دوراں کے امام الترمذی تشریف لارہے ہیں۔ یہ جملہ سنتے ہی نوجوان دھاڑیں مار مار کر رونے لگے..... شاید یہ جملہ دلوں کو گرما گیا تھا۔ جوان کے آنسو نکل پڑے تھے۔ ہجوم عاشقان قابو سے باہر ہو گیا۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ وہ اس مجتہد و عظیم علمی شخصیت کے مبارک جنازہ کو کندھا دے۔ جنازہ مقررہ جگہ پر رکھا جاچکا تو پورا ماحول ماتمی سکوت میں ڈوب گیا۔ مولانا عبدالرحمٰن اشرفی مدظلہ نے جب نماز جنازہ شروع کروائی تو ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے' آہوں اور سسکیوں کا غبار دلوں کی دھڑکنیں تیز کرتا گیا..... نماز جنازہ کے بعد جنازہ..... ''دیدار عام'' کیلئے رکھ دیا گیا۔

عکس جمال یار بھی کیا تھا کہ دیر تک آئینے طوطیوں کی طرح بولتے رہے

انتقال کے بعد ان کا معصوم، مسکراتا ہوا پرنور چہرہ مجھے آج بھی یاد ہے۔ وہ حسین خاموش چہرہ دیکھنے والوں کو اپنی اس خاموشی میں بہت کچھ سمجھا رہا تھا۔

نہیں منت کشِ تاب شنیدن داستاں میری خموشی گفتگو ہے بے زبانی ہے زباں میری

جنازہ ٹرک کے ذریعہ آخری آرام گاہ کیطرف لے جایا جانے لگا۔ موٹروں' بسوں' رکشاؤں' موٹر سائیکلوں اور سائیکلوں کا ایک لمبا جلوس ہوگا۔ جنازہ کے ٹرک کے آگے پیچھے پولیس کی گاڑیاں تھیں۔ ایک عاشقِ نبی کریم ﷺ کا جنازہ' قافلہ شوق کے دوش پر بڑھتا ہی گیا۔ جنازہ پہنچے سے پہلے ہی بیشمار لوگ میانی قبرستان میں راستے کے دونوں طرف سڑک سے لحد تک دھوپ میں غمزدہ بت بنے کھڑے تھے۔ سلطان علم کو سپرد خاک کیا جارہا تھا' ہزاروں آنکھیں اشکبار تھیں..... ہر دل سے آہیں اٹھ رہی تھیں۔ کئی زبانیں اعلان کر رہی تھیں ''اب ہمارا کیا بنے گا'' کون ہمارے سروں پر دست شفقت رکھے گا؟ اب کون ہمارے لئے خلوص کیساتھ دعائیں کرے گا؟

ایاشیخ الشیوخ ۔ اذھب فلست بغائب عنا۔ اے شیخ شیوخ! جایئے سفر آخرت پر' آپ ہم سے پوشیدہ نہیں رہ سکتے۔ وکیف وفیضُ علمک لم یزل کالمزن یسجمنا۔ اور کیونکر غائب ہو سکتے ہیں جبکہ آپ کا علمی فیض سارا ہم پر بادل کی طرح برستا ہے اور برستا رہیگا۔

سقاک سحائب الرضوان والغفران والحسنی۔ دعا ہے کہ آپ کو سیراب کرے رضوان اللہ' مغفرت اور نیکی کے بادل وآتاک القصوربجنة الفردوس سلھمنا اور رب ملہم آپ کو جنت الفردوس میں عالیشان محلات نصیب فرمائے۔

حضرت شیخؒ جیسے لوگ آئے دن پیدا نہیں ہوتے' یہ لوگ خاص ماؤں کی کوکھ سے جنم لیتے'

خاص آغوش میں پلتے' خاص کندھوں پر کھیلتے' خاص لقموں سے نمو دپاتے' خاص نظروں میں رہتے' خاص دعاؤں سے پروان چڑھتے اور خاص و عظیم کاموں کیلئے تربیت دیئے جاتے ہیں۔ ان کیلئے فلک کو صدیوں گردش کرنی پڑتی ہے۔ آسمان خاک چھان کر انہیں ڈھونڈ تا ہے۔ ان موتیوں کیلئے صدف کو برسوں گہرے سمندروں میں مراقبہ کرنا پڑتا ہے۔ ان دیدہ وروں کیلئے نرگس کو بہت آنسو بہانے پڑتے ہیں۔ یہ افراد رب کائنات کیطرف سے اہل زمین کیلئے خاص تحفہ ہوتے ہیں۔ یہ لاکھوں دعاؤں کا نتیجہ 'ہزاروں آہوں کا اثر اور سینکڑوں ذہنوں کا عطر ہوتے ہیں۔ انکی فکر سے دماغ جلد پاتے اور انکی صحبت سے حسن عمل کی توفیق ہوتی ہے۔ پھر آج کیوں حضرت شیخؒ ہم سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رخصت ہو رہے ہیں؟ اسی لمحے ذہن میں ایک کوندا سا لپکا کہ حضرت شیخؒ مر نہیں سکتے' جب تک یہ جہاں باقی ہے چمنستان علم کے "باسی" زندہ ہیں۔ تاریخ زندہ ہے۔ حضرت شیخؒ کی خدمات بھی زندہ رہینگی۔ حضرت شیخؒ کا فیض بھی زندہ رہے گا۔ حضرت شیخؒ بھی زندہ رہیں گے۔ تاریخ بن کر لوگوں کے دلوں میں کیونکہ وہ عالم بے مثل اب علم بے مثل بن جائیگا۔

خوابیدہ اس شرر میں تھے آتش کدے ہزار
تیری لحد پہ کھیں جاوداں گلاب کے پھول

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل یاد

اس وقت دنیا کے مسلمان عید میلادالنبیؐ منا رہے ہیں، اگر حضور اکرمؐ کے بعد کسی بھی نبوت و رسالت کا کوئی بھی واضح یا مبہم دعویٰ تسلیم کرنے کیلئے ہم قطعاً تیار نہیں ہیں، جیسا کہ ہمارا **عقیدہ** اور ایمان ہے تو اسی طرح ہم خود بخود قیامت تک حضورؐ کی تعلیمات مقدسہ اور سیرت مطہرہ کی اہمیت اور ضرورت پر بھی مہر لگالیتے ہیں۔ حضورؐ کے بعد ہر مدعی نبوت کذاب اور دجال ہے تو اس سے یہ لازم ہوجاتا ہے کہ آج کی پر ظلمت دنیا کی روشنی اور ہدایت بھی حضور اقدسؐ کے قول و عمل اور اخلاق و کردار سے ہی ہو سکتی ہے، جسے ہم سیرت کا نام دیتے ہیں۔ مگر کیا یہ حق صرف دو چار دن کے جلسے جلوسوں، چراغاں اور آرائشی دروازوں سے ادا ہوجاتا ہے۔ افسوس کہ عمل اور کردار سے عاری قوموں کی طرح مسلمان بھی صرف ان ظاہری اور رسمی رسومات میں اپنے لئے سامان تسکین ڈھونڈ رہے ہیں۔ حضورؐ کی اصل یاد تو یہی تھی کہ ہماری زندگی کا ہر لمحہ ہر عمل اور ہر سانس سیرت کا عملی نمونہ بن جاتا۔ اگر ایسا نہیں ہوتا تو ہزار بار ہم اپنی آبادیوں کی ہر اینٹ کو چراغاں سے روشن کیوں نہ کردیں ہمارے قلوب سیاہ اور عمل و کردار کی دنیا اجڑی رہے گی۔ (اقتباس "اسلام اور عصر حاضر" حضرت مولانا سمیع الحق صاحب)

مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ

سفر حجاز

حجاز مقدس اور دیار نبی ﷺ کی زیارت ہر مسلمان کی دلی تمنا اور دیرینہ آرزو رہی ہے۔ ہمیشہ سے اس منزل مراد کی جانب عشاق کے قافلے سرگشتگی اور دیوانگی کے عالم میں خراماں خراماں کشاں کشاں رواں دواں رہے ہیں۔ محبوب کے وصال و قرب کی داستانیں تو ہمیشہ سے ہم سنتے چلے آرہے ہیں لیکن یہ ایک ایسے محبوب اور اس دیار کے سفر کے واردات قلبی ہیں، جنہیں پڑھ کر ایک روحانی سکون اور پر کیف سرشاری کا ایک ایسا عالم طاری ہوتا ہے "جو روح کو تڑپا دے اور قلب کو گرما دے"۔ زیر نظر مضمون دراصل مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ کے روح پرور "سفرنامہ حجاز" کے چند اقتباسات پر مشتمل ہے۔ جو کہ ربیع الاول کی مناسبت سے نذر قارئین کیا جاتا ہے۔ (مدیر)

بوئے یار مہربانم می رسد　　بوئے جاناں سوئے جانم می رسد

باز آمد آب مادر جوئے ما　　باز آمد شاہ ما در کوئے ما

۱۱۔ اپریل ۲۹ء پنجشبہ، یکم ذیقعدہ ۱۳۴۷ھ آج کی صبح کتنی مبارک صبح ہے۔ آج کے دن زندگی کا سب سے بڑا ارمان پورا ہونے کو ہے۔ آج ذرہ آفتاب بن رہا ہے۔ آج بھاگا ہوا غلام اپنے آقا کے دربار میں حاضر ہو رہا ہے۔ آج گنہگار امتی کو شفیع و شفیق رسول اللہ ﷺ کے آستانہ پر سلام کی عزت حاصل ہو رہی ہے! ہندوستان کی عورتیں ذیقعدہ کو "خالی" کا مہینہ کہتی ہیں، پر جس کے نصیب میں اس "خالی" مہینہ میں اس دولت سے مالا مال ہونا مقدر ہو چکا ہو وہ اس مہینہ کو کیا کہہ کر پکارے؟ "جمعرات" کو شاید قافیہ کی رعایت سے "پیروں کی کرامات" کہتے ہیں، ہر جمعرات ایسی ہی ہوتی ہو گی لیکن کس جمعرات کو کسی کی قسمت میں یہ کرامت لکھی ہو۔ اس کا توجی میں آتا ہے کہ پیروں اور بزرگوں کی نہیں، تباہ کاروں اور سیاہ کاروں کی کرامات نام رکھے! ۔۔

عاذلا چند ایں صداع و ماجرا — پندکم دہ بعد ازیں دیوانہ را
غیر جد آں نگار مقلم — گرد وصد زنجیر آری بگسلم
وقت آں آمد کہ من عریاں شوم — جسم بگزازم سراسر جاں شوم

شب منزل بیر حسان میں گزاری تھی۔ صبح سویرے روانہ ہوئے اور سات بجے مسجد میں دم لیا۔ سرزمین طیبہ کے انوار و آثار صبح ہی سے شروع ہو گئے تھے۔ روحانی انوار تو خیر جس کسی کو نظر آتے ہوں گے اس کیلئے ہیں۔ باقی مادی فضا و خوش آئند تبدیلیاں تو ہم بے بصروں کو بھی محسوس ہو رہی تھیں۔ خوش عقیدگی کا سوال نہیں' محض ثبات حواس و ادراک کی ضرورت ہے؟۔ ۹ بجے کھڑے کھڑے چند منٹ کیلئے ایک اور منزل پر رکے۔ اس کا نام اس وقت یاد نہیں آتا۔ یہ آخری منزل ہے۔ اس کے بعد کوئی اور درمیانی منزل نہیں' صرف منزل مقصود ہے۔ اب گویا نواح رینہ شروع ہو گیا۔ کھجور نہایت شاداب و شریں سامنے لگے ہوئے۔ ہوا لطیف و خوشگوار' فضا خوش منظر' سبزہ: راستہ بھر کہیں نظر نہیں آیا۔ اب ہر طرف دکھائی دے رہا ہے۔ ریت کے میدان اور ریگستان کے بجائے اب ہر طرف پہاڑیوں کا سلسلہ' سڑک اتنی ہموار اور نفیس کہ معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں نہیں ہندوستان میں سفر کر رہے ہیں۔ دس بجے' سوا دس بجے' ساڑھے دس بجے' ادھر وقت کی گھڑیاں گزر رہی ہیں اور ادھر دلوں کا شوق و اشتیاق ہے کہ ہر منٹ' ہر سکنڈ بڑھتا جا رہا ہے۔ کسی کے ہاتھ میں مناسک و آداب زیارت کے رسالے ہیں۔ وہ انہیں دیکھ دیکھ کر دعائیں یاد کر رہا ہے اور کوئی خالی درود شریف کا ورد کیے جا رہا ہے۔ ہر قلب اپنے اپنے حال میں گرفتار' ہر دل اپنی اپنی جگہ مضطر و بے قرار' کسی کی آنکھیں اشک بار اور کسی کا دماغ نشہ لذت و فرحت سے سرشار! اپنی نسبتیں اور اپنا اپنا اعتبار!۔ فقیہ نامور صاحب فتح القدیر ابن ہمام نے لکھا ہے: "کل ماکان فی الادب والاجلال کان حسنا" (ادب و تعظیم کے خیال سے جو کچھ بھی کیا جائے اچھا ہی ہے)۔ سارا قافلہ ذوق و شوق کی تصویر اور تو اور نجدی شوفر تک چند لمحوں کیلئے بجائے "نجدی" کے "وجدی" بنا ہوا۔ "مولانا مناظر فرط گریہ سے بیتاب ضبط و احتیاط کے باوجود بھی چیخ نکل جانے پر مجبور' ایک سرگشتہ و دیوانہ' عقل سے دور علم سے بیگانہ' نہ گریاں نہ شاداں' نہ اپنی حضوری کی خوش بختی پر خوش اور نہ تباہ کاریوں کی یاد پر مغموم۔ محض اس الجھن میں گرفتار کہ یا الٰہی یہ بیداری ہے یا خواب؟ کہاں یہ ارض پاک اور کہاں یہ بے مایہ مشت خاک' خاک مدینہ کی سرزمین اور کہاں اس ننگ خلائق کی جبیں! کہاں سید الانبیاء ﷺ کا آستانہ اور کہاں اس روسیاہ کا سر و شانہ' کہاں وہ پاک سرزمین کہ اگر اس پر قدسیوں کو بھی چلنا نصیب ہو تو ان کے فخر و شرف کا نصیبا

جاگ جائے اور کہاں ایک آوارہ و ناکارہ بے تکلف اسے پامال کرنے کی جرأت کر بیٹھے۔ عراقی نے کہا تھا کہ ناپاک کے سجدہ کرنے سے زمین افراط اذیت سے چیخ اٹھتی ہے:-

بہ زمیں چو سجدہ کردم ززمیں ندا بر آمد تو مرا خراب کردی بہ ایں سجدہ ریائی

تو جب ہر معمولی اور عام خطہ زمین ریاکار کے سجدہ سے یہ ایذا محسوس کرتا ہے تو پھر اس عظمت و تقدس والی سرزمین کے جگر و سینہ پر ایک ریاکار کے بار قدم سے کیا گزر گئی ہوگی!

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

گنبد خضراء

طور کی چوٹیاں جس وقت کسی تجلیات جمالی کی جلوہ گاہ بننے لگیں تو پاکوں کے پاک اور دلیروں کے دلیر، موسیٰ کلیم تک تاب نہ لا سکے اور اللہ کی کتاب گواہ ہے کہ کچھ دیر کیلئے ہوش و حواس رخصت ہو گئے۔ معراج کی شب کسی کا جمال بے نقاب ہونے لگا تو روایات میں آتا ہے کہ اس وقت وہ عبد کامل جو فرشتوں سے بڑھ کر مضبوط دل اور قوی ارادہ کا پیدا کیا گیا تھا اپنی تنہائی کو محسوس کرنے لگا اور ضرورت ہوئی کہ "رفیق غار" کا تمثل سامنے لا کر آب و گل کے بنے ہوئے پیکر نور کی تسلی کا سامان کیا جائے۔ یہ سرگزشت ان کی تھی جو قدسیوں سے بڑھ کر پاک اور نورانیوں سے بڑھ کر لطیف تھے۔ پھر وہ مشت خاک جو ہمہ کثافت اور ہمہ غلاظت ہو جس کا ظاہر بھی گندا اور باطن بھی گندا اگر وہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد اقدس میں قدم رکھتے ہچکچا رہا ہو، اگر اس کا قدم رسول ﷺ کے روضہ انور کی طرف بڑھتے ہوئے لڑکھڑا رہا ہو، اگر اس کی ہمت رحمت و جمال کی سب سے بڑی تجلی گاہ میں قدم رکھنے سے جواب دے رہی ہو، اگر اس کا دل اس وقت اپنی بیچارگی و درماندگی کے احساس سے پانی پانی ہوا جا رہا ہو تو اس پر حیرت کیوں کیجئے؟ خلاف توقع کیوں سمجھئے؟ اور خدا کیلئے اس ناکارہ و آوارہ، بیچارہ و درماندہ کے اس حال زار کی ہنسی کیوں اڑائیے؟۔ مغرب کی اذان میں چند منٹ باقی تھے کہ قسمت کی یاوری نے باب النساء کے متصل ایک ہندی بزرگ مولانا سید احمد صاحب فیض آبادی مدظلہ، کی خدمت میں پہونچایا۔ موصوف ہمارے مولانا سید حسین احمد صاحب کے حقیقی بھائی اور سن میں ان سے بڑے ہیں۔ ۲۵، ۳۰ سال سے اپنے وطن ٹانڈہ ضلع فیض آباد سے ہجرت کیے ہوئے دیار رسول ﷺ میں حاضر ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
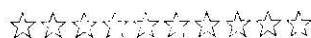
﴿چال چلاؤ﴾

دن گزرتے دیر نہیں لگتی، دیکھتے دیکھتے روانگی کا زمانہ آن لگا۔ اور یہ تو خیر چند ہفتوں کا زمانہ تھا، جلد کٹ جانے والا تھا ہی، ساری کی ساری عمریں ایسی ہی تیزی اور روانی کے ساتھ گزر جاتی ہیں، اور پتا بھی نہیں چلنے پاتا کہ بچپن کے کھیل کب کھیلے، جوانی کی نیند کب سوئے اور ضعیفی کے گوشہ تنہائی میں کب بیٹھنے پر مجبور ہوئے! ایک دن وہ تھا کہ مدینہ آنے کی آرزوئیں تھیں!...... کیسے کیسے منصوبے باندھے جا رہے تھے۔ کیا کیا خیالی پلاؤ پک رہے تھے، ذوق و شوق کی کیسی کیسی امنگیں دل میں اٹھ رہی تھیں۔ لب پر کیا کیا دعائیں تھیں اور ایک دن یہ آگیا (اور گو آیا اپنے وقت ہی پر لیکن ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ یک بیک آگیا) کہ کوچ کی گھنٹی بج گئی۔ اب چال چلاؤ کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ بستر لپیٹے جا رہے ہیں۔ سامان باندھا جا رہا ہے، سواریوں کی فکر ہے، اور ایک ایک سے مل کر زبان پر الوداع والفراق!

ع آئے تھے کیا کرنے اور کیا کر چلے!

غفلت و شامت نے یہاں بھی ساتھ نہ چھوڑا اور وقت کی بے بہا دولت اتنی تمناؤں اور آرزوؤں کے بعد نصیب میں آئی تھی۔ وہ اس بے پروائی، بیدردی کے ساتھ ضائع کی گئی کہ شاید دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا مسرف بھی اس کا مقابلہ نہ کر سکے۔

چو پرسش گنہم روز حشر خواہد بود   تمسکات گناہان خلق پارہ کنند

بہر حال جو کچھ ہونا تھا ہو کر رہا، تسکین و تسلی کا اگر کوئی ذریعہ اور کچھ سہارا ہے تو صرف یہ کہ دربار رحمۃ للعالمین کا تھا، اور سابقہ اس سے پڑنے والا ہے جو رحمٰن و رحیم ہے۔

عصیان ما و رحمت پروردگار ما   ایں را نہایتے ست نہ آں را نہایتے

☆☆☆☆☆☆☆☆
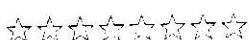
ذیقعدہ کی پہلی تھی، جب اس پھاٹک سے اس نور و برکت والے شہر میں داخل ہوئے تھے۔ ذی الحجہ کی چوتھی کو اسی پھاٹک سے اس رحمت و مغفرت والے شہر سے باہر نکلے۔ جہاں ایک دن کا بھی قیام اگر میسر آجائے تو تقدیر کی یاوری اور ابرار و متقین کی نصیبہ وری ہے، وہاں ایک دن نہیں، دو دن نہیں اکٹھے ۳۳ دن کی حاضری ایک تباہ کار نامہ سیاہ کو نصیب ہوگئی! شان کریمی کے بھی عجیب عجیب انداز ہیں، جس مفلس کو چاہیں، دم بھر میں مالا مال کر دیں، جس تہی دامن کو چاہیں ایک پل میں نواز دیں، جس ریگستان کو چاہیں آن کی آن میں

گلزار بنادیں۔ جس آتش کدہ میں چاہیں چشم زدن میں پھول کھلادیں، نہ کریم کا دست کرم کوتاہ ہونے والا ہے، نہ بخششوں کا خزانہ کبھی خالی ہونے والا ہے!

اے مبدل کردہ خاکے رابہ زر　　خاک دیگر را نمودہ بوالبشر

کار تو تبدیل اعیان و عطا　　کارما سہوست و نسیان و خطا

اے کہ خاک شورہ را تو نان کنی　　دے کہ نان مردہ را تو جان کنی

اے کہ جان خیرہ را رہبر کنی　　دے کہ بے رہ را کہ پیغمبر کنی

یہ داستان درد اس وقت نہ سنئے کہ وقت کی بیش بہا گھڑیاں ضائع کس بیدردی کے ساتھ ہوئیں۔ سوال اس وقت یہ نہیں کہ اپنے سے کیا بن پڑا بلکہ صرف یہ ہے کہ ادھر سے کیا کیا نوازشیں اور کیسی کیسی سرفرازیاں ہوتی رہیں! یہ نعمت کچھ کم ہے کہ حضوری کی توفیق اتنے عرصے تک نصیب کردی گئی۔ عصر حاضرہ کے شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے ایک مرید نے شکایت کی کہ طائف میں چلہ باندھ کر روزانہ سوا لاکھ مرتبہ اسم ذات کا ذکر تار رہا اور کچھ ثمرات وانوار ظاہر نہ ہوئے۔ حضرت نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ "ارے میاں یہ دولت کچھ کم ہاتھ رہی کہ چالیس دن تک اللہ پاک کا نام سوا لاکھ مرتبہ روزانہ زبان سے نکلتا رہا!" بہر حال جو کچھ ہوا وہ اپنے حوصلہ سے کہیں بڑھکر۔

اعتراف ہے کہ آنکھوں نے جس مدینہ کو دیکھا، وہ بیسویں صدی کا مدینہ تھا۔ پہلی صدی عیسوی کے ربع اول کا مدینہ نہ تھا۔ صدیق ؓ و فاروق ؓ و علیؓ کا مدینہ نہ تھا۔ صحابہؓ و تابعین کا مدینہ نہ تھا۔ مجتہدین و آئمہ تصوف کا بھی مدینہ نہ تھا۔ خزاں میں موسم گل کی توقعات ہی کسی چمن سے کیوں قائم کی جائیں؟ لیکن بایں ہمہ مدینہ پھر مدینہ تھا، آج نہ سہی کبھی تو اللہ کے پیارے اور اس پیارے کے پیاروں کا شہر رہ چکا ہے۔ اس دور یاجوجیت میں اگر کہیں کوئی جگہ بھی پناہ کی ہے تو بجز اس آستان پاک کے اور کہاں ہے؟ آج رخصتی اس دربار سے تھی! آج کوچ اس جنت ارضی سے تھا! آج فراق اس دیار حبیب ﷺ کے گلی کوچوں سے ہو رہا تھا! آدمؑ جس طرح جنت سے جدا ہوئے ہیں، اس قصہ سے سب واقف ہیں، لیکن ابن آدم کو جب فخر آدم و فخر نسل آدم کی گلیوں کو چھوڑنا پڑتا ہے تو اس وقت اس کے دل پر کیا گزرتی ہے، یہ داستان کون سنائے اور کس کو سنائے؟۔

☆☆☆☆☆☆☆☆
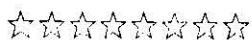
بحث و نظر

سلسلہ نمبر 2

جناب مفتی مختار اللہ جہانگیروی حقانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اختلاف مطالع کے اعتبار و عدم اعتبار کی تحقیق

(آخری قسط)

بلاد بعید و قریب میں فرق : ماقبل تحقیق سے اگرچہ یہ بات معلوم ہوگئی ہے کہ اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں۔ چاہے بلدتین (دو شہروں) کے درمیان مسافت قریب ہو یا بعید، مگر ثبوت حکم کے لحاظ سے ان دونوں میں فرق ضرور ہے۔ وہ یہ کہ بلاد قریبہ کی رؤیت کا حکم' قریب کے شہروں میں نفس رؤیت کے ثبوت سے نافذ ہوگا۔ اسکے ساتھ دوسرا کوئی طریقہ ثبوت ضروری نہیں۔ مگر دور دراز کے ممالک جنکے مابین اتنی مسافت ہو جنکے مابین مطالع مختلف ہوں، اسمیں حکم رؤیت کے ثبوت کیلئے نفس رؤیت کے علاوہ شرعی طریقہ کے ساتھ اس اطلاع کا پہنچانا بھی ضروری ہے۔ نفس اطلاع کہ فلاں ملک میں چاند دیکھا گیا ہے سے روزہ یا عید کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ بلکہ ثبوت حکم کیلئے طرق شرعیکی مختلف اقسام میں سے کسی ایک قسم کا ہونا ضروری ہے جو ذیل میں درج ہیں۔

(۱)۔ شہادۃ الرؤیت : اسکا مطلب یہ ہے کہ جن گواہوں نے چاند بذات خود دیکھا ہے وہ خود آکر گواہی دیں کہ ہم نے فلاں شہر میں فلاں وقت پر چاند کی رؤیت کی ہے۔ اس شہادت پر اگر قاضی یا شہر کا معتمد عالم دین روزہ یا عید کا حکم صادر کرے تو پھر اس صورت میں دور دراز شہر کی رؤیت معتبر ہوگی۔

(۲)۔ شہادۃ علی الشہادۃ : اس کا مطلب یہ ہے کہ گواہ آکر قاضی کے سامنے یہ گواہی دیں کہ فلاں شہر میں فلاں آدمیوں نے چاند کی رؤیت کی ہے اور انہوں نے ہمیں اپنی رؤیت پر گواہ بنایا ہے کہ ہم نے فلاں فلاں مقام پر فلاں وقت کو اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا ہے۔ (ھکذا فی ردالمحتار ۵ / ۵۰۰)

مگر یاد رہے اس میں یہ ضروری ہے کہ اصل گواہوں میں سے ہر ایک اپنی شہادۃ پر دو' دو آدمیوں کو گواہ بنائے۔ تب چاند کی رؤیت کو ثبوت کا حکم دیا جائے گا ورنہ شہادۃ مقبول نہ ہوگی۔ چنانچہ علامہ

کاسانی ؒ فرماتے ہیں :"انھا لاتقبل مالم یشھد علی شھادۃ رجل واحد رجلان و رجل وامرأتان" ترجمہ :(اور یہ شھادۃ قبول نہیں کی جائیگی جب تک ایک مرد اپنی گواہی پر دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ نہ بنائے)۔ (بدائع الصنائع : ۲ : ۸۱)

(۳)۔ شھادۃ علی القضاء : اسکی دو صورتیں ہیں :(الف)۔ ایک صورت کتاب القاضی الی القاضی کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس شہر میں چاند کی رؤیت کی گئی ہو وہاں کے رؤیت کرنے (چاند دیکھنے والے) گواہ اس علاقے کے قاضی یا علماء کمیٹی کے سامنے جب اپنی عینی شہادت پیش کریں کہ ہم نے بذات خود فلاں وقت چاند کی رؤیت کی ہے اس کے بعد جب علماء کمیٹی یا قاضی اس شہادت کو قبول کر کے اس کے مطابق روزہ یا عید کا حکم صادر فرمائے تو یہ قاضی اپنے اس فیصلہ کو ایک کاغذ پر تفصیلاً تحریر کر کے دو گواہوں کے سامنے پڑھ کر گواہ اس خط کو لیکر بعید علاقے کی علماء کمیٹی یا قاضی کو پیش کر کے اس پر گواہی دیں کہ فلاں قاضی نے یا علماء کمیٹی نے دو یا زائد آدمیوں کی رؤیت پر روزے یا عید کا فیصلہ دیا ہے اور ہمیں یہ لکھ کر دیا جو پیش خدمت ہے۔ ہم اس پر گواہی دیتے ہیں۔ (ردالمحتار ۵/۴۳۲تا۴۳۵) (ب)۔ دوسری صورت یہ ہے : کہ گواہ دور علاقے کے قاضی کے سامنے یہ گواہی دیں کہ ہمارے سامنے فلاں شہر میں فلاں قاضی کے سامنے فلاں رات کے چاند کی رؤیت پر دو گواہوں نے گواہی دی اور قاضی نے اس کو قبول کر کے اسکے مطابق فیصلہ صادر فرمایا تو اس قاضی کیلئے بھی جائز ہے کہ یہ بھی ان گواہوں کی گواہی پر فیصلہ کر دے اور روزے یا عید کا حکم صادر کرے اس لیے کہ قضاء قاضی حجت ہے جس پر ان گواہوں نے گواہی دی۔ (الدر المختار علی صدر ردالمحتار : ۲/ ۳۹۰)

(۴)۔ استفاضہ : اسکا مطلب یہ ہے کہ رؤیت کی خبر اتنے لوگ روایت کریں کہ قاضی یا علماء کمیٹی کو چاند کی رؤیت پر یقین قلبی حاصل ہو جائے کہ فلاں شہر میں فلاں قاضی کے سامنے چاند کی رؤیت پر گواہ پیش ہوئے اور اس نے اس پر فیصلہ دیا ہے تو اس صورت میں علامہ حلوانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :"الصحیح من مذھب اصحابنا ان الخبراذا استفاض وتحقق فیمابین اھل البلدۃ الاخریٰ یلزمھم حکم ھذہ البلدۃ" (منحۃ الخالق ۲/ ۲۷۰) ترجمہ : صحیح بات یہ ہے کہ ہمارے اصحاب کا یہی مذہب ہے کہ خبر جب استفاضہ کے درجہ میں آجائے اور متحقق ہو جائے تو اسکے

ذریعہ دوسرے شہروں کے لوگوں پر بھی حکم لازم ہو جائے گا بشر طیکہ اس خبر کی بنیاد استفاضہ کی شہر پر ہو۔ صحیح اور درست ہے۔ علامہ حصکفی فرماتے ہیں: "نعم لو استفاض الخبرفی البلدة الاخری لزمهم علی الصحیح من المذهب "ترجمہ ہاں اگر چاند کی رویت کی خبر دوسرے شہر میں پھیل جائے تو صحیح مذہب کے مطابق ان لوگوں پر بھی یہی حکم لازم ہے (صدر المختار علی در روالمحتار ۲/ ۳۹۰)

تنبیہ: استفاضہ سے مراد صرف سُنی سُنائی اطلاع کی شہرت نہیں بلکہ علامہ رحمتیؒ فرماتے ہیں:

"معنی الاستفاضة ان تأتی من تلک البلدة جماعات متعددون کل منهم یخبر عن أهل تلک البلدة انهم صاموا عن رؤیة لامجرد الشیوع من غیرمستلم بمن أشاعه کماقد تشیع أخبار یتحدث بها سائر اهل البلدة ولا یعلم من أشاعها" (روالمحتار ۲/ ۳۹۰) ترجمہ: استفاضہ کا معنی یہ ہے کہ اس شہر سے متعدد وفود (قافلے) آئیں اور ہر ایک یہ اطلاع دے کہ فلاں شہر کے لوگوں نے روزہ رکھا ہے یا روزہ رکھیں گے مگر صرف نفس شہرت پر عمل نہ کیا جائے۔ جب تک اس بات کا علم نہ ہو کہ اس خبر کو کس نے مشہور کیا ہے اس لیے کہ بہت سارے اخبار اس طرح مشہور ہوئے کہ ہر شہری وہی کہتا تھا مگر مشہور کرنے والا معلوم نہ تھا"۔ اس لئے زمانہ حال میں مفتی، قاضی یا علماء کمیٹی کے پاس جب کسی شہر کی رویت کی خبر مستفیض ہو جائے تو علماء یا قاضی اسی شہر کے معتمد شخص سے فون پر رابطہ کر کے اس سے حقیقت حال معلوم کرے۔

استفاضہ کیلئے تحدید: اس شہرت کی کوئی تعداد شرعاً مقرر نہیں بلکہ جتنی تعداد سے قاضی یا کمیٹی کو اطمینان قلبی حاصل ہو جائے گویا کہ یہ قاضی کے صوابدید پر مبنی ہے اس لئے امام محمدؒ فرماتے ہیں: "عن محمد ان یفوض مقدار القلة والکثرة الی رائے الامام وهو الصحیح" (مجمع الانھر ۱/ ۲۳۷) (ترجمہ: امام محمدؒ سے مروی ہے کہ قلت اور کثرت کی تعداد کا فیصلہ امام یا قاضی کی صوابدید پر موقوف ہے اور یہی صحیح ہے۔ بلکہ علامہ عبدالحی الکھنویؒ فرماتے ہیں: "المجمع الذی یحصل بخیر هم غلبة الظن وهو مفوض الی رأی الامام من غیرتقدیر عدد وهوالصحیح" (عمدة الرعایة حاشیہ شرح وقایة ۱/ ۲۳۶) (ترجمہ: وہ جماعت جنکی اطلاع (خبر) سے غالب گمان حاصل ہوتا ہے (قاضی) حاکم کی صوابدید پر مبنی ہے اس کیلئے کوئی خاص تعداد

مقرر نہیں اور یہی صحیح ہے۔ بلکہ اتنا ضرور ہے کہ خبر دینے والوں کی تعداد دو سے کم نہ ہو اگر دو سے کم ہو تو خبر مستفیض نہ ہو گی۔ اس لیے علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں :

"ماله طرق محصورة باكثر من اثنين وهو المشهور عند المحدثين سمي بذلك لوضوحه وهو المستفيض على رأى جماعة من ائمه الفقهاء" (شرح نخبۃ الفکر ص ۱۲)

ترجمہ : جس کیلئے محدود طرق ہوں لیکن دو سے زائد ہوں' اس وضاحت کی بناء پر محدثین کے ہاں مشہورہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور فقہاء کی ایک جماعت اس کو مستفیض کہتی ہے۔ لیکن روزہ اور عیدین کے مسئلہ میں احتیاط کو مد نظر رکھ کر علامہ رحمتیؒ کی بیان کردہ تعریف پر عمل لیا جائے کہ پانچ چھ گروہ اس خبر کی اطلاع دیں۔ تب قاضی یا کمیٹی کو خوب تحقیق کے بعد جب قلبی تسکین حاصل ہو جائے تو فیصلہ صادر کرے لہذا جب ان چار صورتوں میں سے ایک کے ذریعہ رویت ہلال کی خبر دور دراز علاقوں میں پہنچ جائے تو ان کے لیے جائز ہے کہ وہاں کا قاضی یا مفتی بغیر رؤیت کے روزے و عید کا حکم دے ان کے لیے بذات خود چاند کی رؤیت کرنا ضروری نہیں اور اگر ان صورتوں کے بغیر اطلاع آجائے تو جن شہروں کے مابین مسافت بعید ہو کہ ان میں اختلاف مطالع ممکن ہو قابل قبول نہیں اس اطلاع سے روزے یا عید کا فیصلہ کرنا نا قابل عمل ہو گا۔

جدید ذرائع ابلاغ سے رؤیت کی خبر : جدید ذرائع ابلاغ میں ریڈیو' ٹیلی ویژن کے ذریعے اگر باقاعدہ طور پر حاکم' قاضی یا اس کا کوئی نمائندہ تفصیل کے ساتھ فیصلہ سنائے جس میں کوئی ابہام نہ ہو تو یہ خبر مستفیض کے حکم میں ہے۔ قریب شہروں کیلئے نفس فیصلہ کافی ہے البتہ بعید ممالک و شہروں کیلئے یہ اعلان موجب حکم نہیں لیکن اگر اس شہر یا ملک کے حاکم یا کمیٹی کو اطمینان ہو جائے تو اس کو مد نظر رکھ کر فیصلہ اسی خبر مستفیض کو بنیاد بنا کر کر سکتے ہیں ورنہ اگر اہتمام نہ ہو تو محض خبر نشر ہونے کو افطار و روزہ رکھنے کیلئے فیصلہ کی بنیاد نہیں بنایا جا سکتا۔

فیکس کے ذریعہ اطلاع : فیکس' تار' وائرلیس' موبائل فون' ای میل' انٹرنیٹ اور ٹیلیفون کے ذریعہ اگر اطلاع موصول ہو جائے تو یہ اطلاع ان چار اقسام میں کسی کے اندر داخل نہیں اس لیے فقہاء کرام نے اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا ہے۔ چنانچہ مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ فرماتے ہیں :

قواعد شرعیہ کے مطابق تار کا اعتبار اور اسپر اعتبار کر کے روزہ اور عید جائز نہیں (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۳/ ۴۱)
اسی طرح مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں۔ وائرلیس یعنی لاسلکی پیغام اور ٹیلی گراف (تار) کی خبروں کا ثبوت ہلال وغیرہ امور دینیہ میں کسی حال میں کوئی اعتبار نہیں۔ نہ شہادت کے درجہ میں آسکتے ہیں نہ خبر شرعی کے اور نہ ہلال رمضان ان سے ثابت ہو سکتا ہے اور نہ عیدین۔ (بامداد المفتین الشہیر بفتاویٰ دارالعلوم دیوبند (ج ۲۔ ۶۱) تاہم اگر فیکس کی اطلاع قاضی کے خاص پیڈ پر ہو اور اس اطلاع پر قاضی کے دستخط اور مخصوص مہر نصب ہو جسکا استعمال قاضی کے علاوہ دوسروں کیلئے ممتنع ہو اور وہ اطمینان قلبی کا باعث بن جائے تو شاید تحقیق اور غور و خوض کے بعد ممکن ہے کہ فیصلہ کیلئے دلیل بن جائے۔

<u>فون اور انٹرنیٹ کے ذریعے اطلاع</u> : فون اور انٹرنیٹ (ای میل) چونکہ خط کے مثل ہے اور الخط یشبہ الخط کی وجہ سے ناقابل احتجاج ہے اس کے ذریعے اطلاع پر عمل یا اس کو فیصلہ کی بنیاد بنانا درست نہیں تاہم اگر فون پر آواز (بات کرنے والے) کو پہچانا جائے اور آدمی بھی ثقہ ہو تو قریبی شہروں کے لئے قابل عمل ہو سکتا ہے جبکہ بعید شہروں کے چند ثقہ اشخاص جن میں اور جنکی اطلاع میں یہ شرائط پائی جائیں تو قابل فیصلہ ہو سکتی ہے۔ فقیہ العصر مفتی رشید احمد صاحب مدظلہ نے بھی علماء کا متفقہ فیصلہ اس بارے میں نقل کیا ہے۔ (۲)۔ ریڈیو' ٹیلیفون' تار برقی' خط اور اخبار میں یہ فرق ہے کہ تار برقی اور اخبار سوائے صوت استفاضہ کے ہر گز معتبر نہیں البتہ خط بشرط معرفۃ الکاتب وعدالتہ اور ریڈیو و ٹیلیفون (بشرط معرفۃ صاحب الصوت وعدالتہ) درجہ اخبار میں معتبر ہوں گے۔ شہادت میں نہیں ہوں گے۔ (احسن الفتاویٰ ۴/ ۴۸۰)

<u>ابن عابدینؒ کی تفریق</u> : احناف کا ظاہر مذہب اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کا ہے چاہے رمضان کے لیے رؤیت یا شوال و عیدالاضحیٰ کیلئے ہو لیکن علامہ ابن عابدینؒ نے ان دونوں میں تفریق کی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں : "یفھم من کلامھم فی کتاب الحج ان اختلاف المطالع فیہ معتبر فلا یلزمھم شئی لوظھرانہ روی فی بلدۃ اخری قبلھمبیوم وھل یقال کذالک فی حق الاضحیۃ لغیر الحجاج ۔ ولم ارہ والظاھر نعم لان اختلاف المطالع انمالم یعتبر فی الصوم لتعلقہ بمطلق الرؤیۃ وھذا بخلاف

الاضحیة فالظاھر انما کاوقات الصلوۃ یلزم کل قوم العمل بما عندھم فتجزی الاضحیة فی الیوم الثالث عشر وان کان علی رویا غیرھم ھوالرابع عشر" (ردالمحتار: ۲/ ۳۹۴) (ترجمہ: فقہاء کے کلام سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ حج میں اختلاف مطالع معتبر ہے پس ایک شہر پر کوئی شیٔ لازم نہیں اگرچہ دوسرے شہر میں ان سے ایک دن قبل چاند کی رؤیت ہو چکی ہو اور کیا یہ امر غیر حاجی کے قربانی کیلئے بھی ہے میں نے اس کو نہیں دیکھا مگر اس لئے کہ اختلاف مطالع رمضان المبارک میں اس لیے معتبر نہیں کہ وہاں صوم کا تعلق مطلق رؤیت سے ہے۔ اور یہ قربانی کے حکم کے خلاف ہے پس ظاہر ہے کہ یہ اوقات صلوۃ کی طرح ہے کہ ہر قوم اپنے وقت کے مطابق اس عمل کو لازم رکھے پس قربانی ۱۳۔ذی الحجہ کو بھی جائز ہے اگرچہ غیروں کا ۱۴۔ذی الحجہ ہو۔ صریح جزئیہ نہیں دیکھا ہے مگر ظاہراً یہ بھی حج کی طرح ہے۔

الجواب: مگر علامہ صاحبؒ کی یہ تفریق ظاہر مذہب کے خلاف ہے اس لیے کہ علامہ حصکفیؒ اور دیگر محققین احناف عمومی اور اطلاقی الفاظ سے لااعتبار لاختلاف المطالع لکھتے ہیں اور اس کو ظاہر الروایۃ اور مفتی بہ قرار دیتے ہیں جبکہ ان الفاظ کی تقسیم سے کوئی فرق بین رمضان وعید الاضحیٰ معلوم نہیں ہوتا۔ دونوں اس میں برابر ہیں۔ اسلئے علامہ صاحبؒ کا یہ کہنا کہ یفھم من کلامھم کہ یہ فقہاء کے بیان سے سمجھ میں آیا گیا ہے درست معلوم نہیں ہوتا ہے۔ (۲) حکیم الامت مولانا اشرف علیتھانویؒ سے بھی جب علامہ صاحبؒ کی اس تفریق کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؒ نے جواب دیا کہ قیاس تو مقتضی ہے اس کو کہ اختلاف مطالع معتبر ہو مگر حنفیہ نے بنا پر قول علیہ السلام لانکتب ولاتحسب (الحدیث) اس کا اعتبار نہیں کیا کہ خالی حرج ورعایت قواعد ہیئت سے نہ تھا پس مقتضی حدیث مسطور کا یہ ہے کہ اختلاف مطالع مطلقاً معتبر نہ ہو' نہ قبل وقوع عبادت نہ بعد وقوع عبادت بلکہ ہر مقام کی رؤیت ہر مقام کیلئے کافی ہو جائے چنانچہ قبل وقوع تو بظاہر مفہوم ہوتا ہے مگر رائے ناقص میں وہ اعتبار اختلاف کا نہیں۔ لاطلاق الحدیث بلکہ عمل اس حدیث پر ہے' الصوم یوم تصومون والفطر یوم تفطرون والاضحی یوتضحون (الحدیث) چنانچہ صاحب ھدایہ نے مسئلہ حج میں اس کو دلیل ٹھہرایا" حیث قال وفی الامر بالا

سادۃ حرج "اور علامہ شامیؒ نے ہر چند کہ بناء عدم قبول شہادت کے اعتبار اختلاف مطالع پر ٹھہرائی ہے مگر اسکو کسی نے صراحۃً نقل نہیں فرمایا۔ بلکہ یفھم من کلامھم کہا جس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے کلام سے یہ اعتبار مستخرج ہوتا ہے تو اصل حنفیہ کے نزدیک کل جگہوں میں عدم اعتبار اختلاف مطالع ٹھہرا" کما ھوظاہر من من اطلاقاتھم "اور استنباط علامہ شامیؒ کا مسئلہ اضحیہ میں اسی بناء پر ہے کہ انہوں نے عدم قبول شہادت کو بعض مسائل حج میں مبنی بر اعتبار اختلاف مطالع ٹھہرایا حالانکہ عندالتامل یہ امر غیر صحیح ہے بلکہ اس بناء اس کے عدم قبول کی وہی حرج ہے۔ پس جب بناء ہی صحیح نہیں تو مبنیٰ کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے خصوصاً جب کہ کتب مذہب کے خلاف ہو" (امداد الفتاویٰ ۲ ۱۰۸) اس لیے علامہ ابن عابدین کی یہ تفریق ظاہر مذہب کے خلاف معلوم ہوتی ہے جو کہ صحیح نہیں بلکہ روزہ اور عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ میں کوئی فرق نہیں سب کیلئے اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں۔

<u>میری ناقص رائے</u> : جملہ بحث و نظر سے معلوم ہوا کہ ترجیح اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کو ہے مگر یہ حکم تمام دنیا کیلئے نہیں بلکہ یہ مخصوص ہے ان علاقوں کے ساتھ جہاں ایک دن سے زیادہ کا فرق نہ آتا ہو جیسا کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں: "وینبغی ان یعتبر اختلافھا ان لزم التفاوت بین البلدتین باکثرمن یوم واحد لان نصوص مصرحۃ بکون الشھر تسعۃ وعشرین اوثلاثین فلاتقبل الشھادۃ ولا یعمل بھا فیما دون اقل العددولافی ازیدمن اکثرہ "(فتح الملھم ۳ / ۱۳) ترجمہ : مناسب ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار ان مقامات میں کیا جائے جہاں ایک دن سے زیادہ کی تفاوت ہو اس لیے کہ نصوص اس بارے میں مصرح ہیں کہ مہینہ ۲۹۔۳۰ دن کا ہوتا ہے اس لیے اس شہادت کو نہ قبول کیا جائے اور نہ عمل کیا جائے جو اقل ایام شہر سے کم میں ہو یا اکثر ایام شہر سے زیادہ ہو لہذا جن ممالک میں اتنی تفاوت ہو کہ ان کے مابین ۱۰ یا ۱۲ گھنٹے یعنی شب و روز کا فرق موجود ہو (جیسے پاکستان و امریکہ وغیرہ) تو اختلاف مطالع کو اعتبار دیا جائے گا ورنہ نہیں۔ اس لئے کہ اتنے بعد والے ممالک میں ایک دن سے زائد کا فرق آسکتا ہے۔ اس نالائق طالبعلم کی یہ تحقیق ہے باقی علماء کرام سے گذارش ہے کہ وہ قرآن و سنت اور مذاہب اربعہ کے مفتی بہ مذہب کی روشنی میں اس مسئلہ کا حل تلاش کریں جو وحدت امت کا ذریعہ بنے۔ (ھذا ماظھرلی واللہ اعلم وعلمہ اتم)

افکار و تاثرات

بنام مدیر

فاضل گرامی جناب مولوی حافظ راشد الحق سمیع حقانی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امید ہے ہر طرح خیر وعافیت ہو گی۔ یہاں الحمد للہ مرکز دعوت و تحقیق "دار عرفات" دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی آپ کی زیرادارت مؤقر علمی تحقیقی وفکری ماہنامہ "الحق" پابندی سے پہونچتا ہے اور اس کا انتظار رہتا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی متعنا اللہ والمسلمین بطول بقاء ہ جب یہاں اپنے وطن میں تشریف فرما ہوتے ہیں تو وہ بھی ملاحظہ فرمالیتے ہیں اور پسند فرماتے ہیں۔ تازہ شمارہ جو اپریل و مئی ۹۹ء کا مشترکہ شمارہ ہے حضرت نے ملاحظہ فرمایا اور جو کچھ آپ نے حضرت مد ظلہم کی علالت کے سلسلہ میں بے قراری واضطراب کے حال میں تحریر فرمایا اس کا حضرت مد ظلہ پر بھی اثر پڑا۔ اور ہم لوگوں کو بھی تاثر ہوا اور آپ سے خاص قسم کا تعلق محسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس تعلق اور محبت فی اللہ کا بہتر سے بہتر صلہ عطا فرمائے۔ (آمین)

اب اللہ کے فضل سے حضرت مد ظلہم کے مزاج اقدس پہلے سے بہت بہتر ہیں اور یقیناً اس میں آپ حضرات کی دعاؤں کا اثر ہے ورنہ مرض کے ابتدائی ایام بڑے خطرے کے تھے۔ واقعہ ہے لوگوں نے بلک بلک کر دعائیں کیں اور اللہ نے قبول بھی فرمایا۔ خاکسار راقم سطور نے چالیس پنتالیس روز کی تفصیلی روداد رسالہ "تعمیر حیات" ندوہ لکھنؤ میں ۵۔۶ صفحوں میں تحریر کی ہے جو ۱۰ مئی ۹۹ء کے شمارے میں شائع ہوئی ہے۔ امید ہے یہ رسالہ آپ تک پہونچتا ہو گا۔ یہ اطلاع دے کر آپ کو خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ حضرت مد ظلہ کی عبقری شخصیت پر ایک فاضل دیوبند مولانا ممشاد علی قاسمی صاحب کی کتاب "حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اکابر و مشاہیر امت کی نظر میں" سامنے آئی ہے۔ حضرت کی شخصیت پر لاجواب کتاب ہے۔ شاہ ولی اللہ اکیڈمی 'پھلت' مظفر نگر' یوپی' انڈیا کی شائع کردہ ہے۔ جی چاہتا ہے کہ وہ آپ کی نظر سے ضرور گزرے۔

کراچی کے سمندری طوفان کا حال سن کر اور جان کر بڑا قلق ہوا۔ تین بڑے عالموں وبزرگوں کے انتقال پر بھی تعزیت قبول فرمائیے۔ سعودیہ عربیہ کے مفتی اعظم شیخ ابن بازؒ اور ہمارے ہندوستان

کے حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری اور کراچی کے حضرت مولانا سبحان محمود صاحبؒ، الحق کے شمارے سے آپ کے جد مکرم حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کے برادر جناب نور الحق صاحبؒ کے سانحہ وفات کی خبر معلوم ہوئی۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ سے ہم لوگوں کا جو عقیدت و تعلق ہے یہ اس کا اثر ہے کہ مولانا کے اہل خاندان سے بھی تعلق ہے۔ اور مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ جو کچھ ملک و ملت کیلئے کر رہے ہیں اس کا بھی تقاضا ہے اور آپ نے حضرت پیرومرشد مجدد عصر مولانا سید ابوالحسن علی حسن ندوی مدظلھم سے جس تعلق و محبت کا ثبوت دیا ہے یہ چیز ایسی ہے کہ جس سے آپ حضرات سے اور تعلق بڑھتا محسوس ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس تعلق و محبت کو ذخیرہ آخرت بنائے۔ (آمین)۔ امید ہے دعائے نیم شبی میں اس گنہگار کو یاد رکھ کر ممنون کریں گے۔ حضرت والد صاحب مدظلہ کی خدمت میں سلام مسنون پیش فرمادیں۔

والسلام: محبّ مخلص، محمود حسن۔ خادم تدریس، مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور، ڈاکخانہ تکیہ کلاں۔ رائے بریلی۔ یو۔ پی انڈیا)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رضیات باللہ رباوبالاسلام دنیا وبمحمدصلی اللہ علیہ وسلم نبیاً

محترم عزت مآب مفکر اسلام حامیٔ سنت ماحیٔ بدعت مولانا سمیع الحق صاحب قبلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امید ہے کہ آپ مع اہل وعیال خیریت وعافیت کے ساتھ ہونگے۔ کئی ماہ ہوئے آپ کو ایک خط لکھ چکا ہوں۔ اطلاعاً عرض ہے۔ آج جب میں لدھیانہ احرار آفس میں حاضر ہوا تو ماہنامہ الحق کا اپریل، مئی کا مشترکہ شمارہ بھائی مولانا حبیب الرحمٰن صاحب شافی لدھیانوی صدر آل انڈیا احرار پارٹی نے "الحق" پڑھنے کیلئے عنایت فرمایا۔ مضامین میں بڑی گہرائی اور بہت ہی معلومات افزا ہیں۔ اگر آپ نو مسلموں کا انٹرویو انکے تفصیلی حالات و تاثرات بھی شائع فرمائیں تو اس کی افادیت میں مزید اضافہ ہوگا۔ توقع ہے کہ حضرت آپ توجہ فرمائیں گے۔ اور ایک عدد رسالہ فی سبیل اللہ ادارہ کی طرف سے ارسال فرمائیں نوازش ہوگی۔ نیز دارالعلوم حقانیہ کا نصاب تعلیم ارسال فرمائیں اہل خانہ کو حسب مراتب سلام ودعا عرض ہے۔ دعاگو

ضمیر مجاہد۔ جنرل سیکرٹری احرار پارٹی۔ جونپور (انڈیا)

محترم المقام واجب الاحترام حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتھم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' !بعد تحیہ مسنونہ امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر وعافیت ہوگا۔

بعد ازیں آپکی زیر نگرانی شائع ہونے والا ماہنامہ "الحق" ہمیں مل گیا۔ ماشاء اللہ تقریباً سبھی مضامین قابل مطالعہ ہیں بعض مضامین علمی ہیں ان میں ایک مضمون بحث و نظر کے ضمن میں "اختلاف مطالع کے اعتبار و عدم اعتبار کی تحقیق" علمی معلومات میں اضافہ کرنے والا ہے لیکن ہمیں جو الحق کا پرچہ ملا ہے اس میں اس کا سلسلہ نمبر ۳ ہے اگر بآسانی اس مضمون کا سلسلہ نمبر ایک اور دو بھی آپ روانہ فرمائیں تو آپکی بڑی نوازش ہوگی تاکہ یہ مضمون ہمارے پاس ناقص نہ رہے۔ اللہ پاک مفتی مختار اللہ صاحب دامت برکاتھم کے علم میں خوب برکت عطا فرماوے جنھوں نے اہل علم کیلئے عموماً اور مفتیان کرام کیلئے خصوصاً بہت ہی بڑا تحقیقی کام کیا ہے۔ قابل صد مبارکباد الھم زد فزد

جملہ اراکین مجلس تحقیقات شرعیہ کی طرف سے ہدیہ سلام قبول ہو اور درخواست دعا۔

فقط : عبدالستار آدم۔ جامع مسجد بلنٹایر۔ ملاوی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

محترم المقام جناب مولانا راشد الحق سمیع حقانی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' ! ماہنامہ الحق بابت شوال ماہ فروری ۹۹ء کا خوب مطالعہ کیا۔ خداوند لایزال کے کرم سے ہر لحاظ سے منفرد ہے' خصوصاً "سرسید علماء کشمکش اور انگریزی تعلیم" مضمون پڑھ کر معلومات میں کافی اضافہ ہوا۔ یہ شمارہ بڑا معیاری اور معلوماتی ہے۔ آپ حضرات دین کے ابلاغ کی خاطر اور رضائے ربانی کے حصول کیلئے جو محنت کررہے ہیں وہ قابل صد ستائش ہے۔ موجودہ حالات میں دینی اقدار کا فروغ اور نشرواشاعت کی اہمیت کسی سے مخفی نہیں۔ واقعی "الحق" جیسے قومی اور دعوتی رسالہ کا یہ حلقہ بھی اگر اپنی دلچسپی اور فرض شناسی کا ثبوت نہ دے تو یہ آواز حق ترقی تو کیا اپنے وجود کو بھی برقرار نہ رکھ سکے گا۔ قارئین کی اس دینی وعلمی جریدے سے جو دلچسپی اور تعلق ہے اس کا تقاضا ہے کہ اس آواز حق کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے میں مدد فرمائیں۔ رب کریم سب کو اس کا اجر دیں۔ آمین۔

آپ کا مخلص واحد میر۔ ہوتی مردان۔

ادبیات

مُیسّر ہو ترے در کی فقیری یا رسول اللہ ﷺ

حافظ محمد ابراہیم فانی

غلامی آپ کی رشکِ امیری یا رسول اللہؐ
مُیسّر ہو ترے در کی فقیری یا رسول اللہؐ

قیامت میں گنہگاروں کا بس تو ہی سہارا ہے
بمحشر از تو جویم دستگیری یا رسول اللہؐ

یہ تیری یاد ہے وجہِ نشاط وباعثِ تسکین
سراپا نعمتِ ربِ قدیری یا رسول اللہؐ

بعشق مصطفیٰ آباد میخواہم دلِ ویراں
برائے کشت دل ابر مطیری یا رسول اللہ

تری آمد سے دنیا میں عجب اِک انقلاب آیا
نذیری تو منیری تو شہیری یا رسول اللہؐ

نہیں مجھ کو سلیقہ نعت لکھنے کا مرے آقا
خدارا عذر من فانی پذیری یا رسول اللہؐ

(نوٹ) مسجد نبوی ﷺ میں مواجہہ شریف کے دوران یہ اشعار موزوں ہوئے اور روضہ اقدس کے سامنے پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ فالحمد للہ علی ذالک۔ فانی

دار العلوم کے شب و روز

شفیق الدین فاروقی

جمعیت علماء اسلام کے انتخابات کا انعقاد :

مورخہ ۱۳۔ جون کو شیرانوالہ گیٹ لاہور میں جمعیت علماء اسلام کی مرکزی جنرل کونسل کا اجلاس حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحب مدظلہ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں آئندہ تین سال کیلئے جمعیت علماء اسلام کے انتخابات کیے گئے۔ اجلاس میں شیخ الحدیث حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب کوہاٹ کو مرکزی امیر اور دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کو سیکرٹری جنرل منتخب کیا گیا۔ جبکہ دیگر کابینہ کی تکمیل کا اختیار حضرت قائد جمعیت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کو دیا گیا جو انہوں نے بعد میں مکمل کر کے اعلان کیا۔ جبکہ اس سے قبل گذشتہ ماہ یہاں دارالعلوم حقانیہ میں جمعیت علماء اسلام صوبہ سرحد کی مجلس عمومی کا اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں صوبہ بھر سے جمعیت علماء اسلام کے ذمہ دار افراد نے سینکڑوں کی تعداد میں شرکت کی۔ اور اس میں حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحب کلاچی کو صوبائی امیر اور دارالعلوم حقانیہ کے مدرس مولانا سید محمد یوسف شاہ کو جنرل سیکرٹری منتخب کیا گیا۔ جمعیت علماء اسلام کو موجودہ ملکی اور بین الاقوامی نازک حالات کے پیش نظر دوبارہ فعال کیا جارہا ہے۔ تاکہ آئندہ درپیش چیلنجز میں جمعیت علماء اسلام قائدانہ کردار ادا کر سکے۔ اسی لیے جمعیت کی دوبارہ تنظیم سازی کی جارہی ہے۔ اور مختلف شہروں میں بڑی بڑی کامیاب کانفرنسوں کا انعقاد کیا گیا ہے۔

نائب مہتمم حضرت مولانا انوار الحق صاحب کی مصروفیات :

۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ جون ۱۹۹۹ء مطابق ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ صفر ۱۴۲۰ھ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نصاب کمیٹی کا اجلاس منعقدہ مری میں آپ نے شرکت فرمائی۔ مسلسل تین دن صبح سے شام تک وفاق کے نصاب پر تفصیلی غور کے بعد بعض اہم فیصلے کئے گئے۔ نصاب پر غور و خوض کیلئے جامعہ حقانیہ کے اساتذہ کی کمیٹی کی طرف سے دی گئی تجاویز بھی زیر بحث لائی گئیں۔ دارالعلوم کی اکثر تجاویز کو وفاق کے نصاب کیلئے منظور کیا گیا۔ ۲۶۔ صفر جمعہ کے روز وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے ملحق مدارس کو درپیش بعض مشکلات پر تبادلہ خیال کیلئے وفاق کے اعلیٰ سطحی وفد کی معیت میں صدر پاکستان جناب رفیق تارڑ سے ایوان صدر میں ملاقات کی۔ دوران گفتگو وفاق المدارس کی منظور شدہ ڈبل ایم اے کی سند کی معطلی پر بھی صدر کی توجہ اس اہم

مسئلہ کی جانب مبذول کرائی گئی۔ محترم صدر صاحب نے اس اہم مسئلہ کو نوٹ کیا اور اسکے حل کیلئے متعلقہ حکام سے بات چیت کرانے کی یقین دہانی فرمائی۔

برما اور بنگلہ دیشی علماء کی دار العلوم تشریف آوری :

گذشتہ دنوں دار العلوم میں برما اور بنگلہ دیش کے مختلف علماء تشریف لائے اور انہوں نے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ اور دیگر اساتذہ کرام سے ملاقاتیں کیں۔ اور دار العلوم کے مختلف شعبے دیکھے۔ اور خصوصاً دار العلوم کے جدید ایوان شریعت ہال کی تعریف کی۔ وفد کے ارکان میں جناب مولانا عبد القدوس مجاہد صاحب رئیس جمعیۃ خالد بن ولید الخیریہ ارکان برما امیر حرکۃ الجہاد الاسلامی، مولانا شیخ نور محمد عباس صاحب نائب رئیس جمعیۃ خالد بن ولید الخیریہ، نائب امیر حرکۃ الجہاد الاسلامی، مولانا محمد صدیق صاحب بن مولانا حسن علی ارکانی مدیر خبر نامہ الرباط ترجمان جمعیۃ خالد بن ولید الخیریہ، محمد جنید اللہ اختر سیکرٹری امور خارجہ پاکستان اور مولانا اعجاز صاحب شامل تھے۔

سردار میرباز کیتھران کی دار العلوم آمد :

سابق وفاقی وزیر اور پیپلز پارٹی کے اہم رہنما جناب سردار میرباز کیتھران ۲۴۔ جون ۹۹ء حضرت مہتمم صاحب سے ملنے کیلئے تشریف لائے۔ انہوں نے دار العلوم کے مختلف شعبے دیکھے اور آخر میں حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کی رہائش گاہ پر ملکی صورتحال پر تفصیلی تبادلہ خیال کیا۔

اکوڑہ خٹک میں خوشحال خان خٹک کی یاد میں ایک اہم تقریب :

پشتو زبان کے عظیم آفاقی صاحب سیف و قلم شاعر اور عظیم مفکر و فلسفی اور نامور جرنل خوشحال خان خٹک کی یاد میں ان کے آبائی گاؤں اکوڑہ خٹک میں خوشحال لائبریری میں ایک بڑی تقریب منعقد ہوئی جس میں ملک بھر سے آئے ہوئے نامور شعراء، ادیب اور کالیسٹ صحافی حضرات نے شرکت کی۔ وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد جناب مہتاب خان عباسی مہمان خصوصی تھے۔ اس سے قبل آپ نے پہاڑ کے دامن میں واقع مزار خوشحال خان خٹک کے مزار پر عظیم الشان کمپلکس کا افتتاح کیا۔

تقریب میں مولانا حامد الحق حقانی صاحب اور مدیر الحق مولانا راشد الحق سمیع حقانی صاحب کے علاوہ مولانا سید یوسف شاہ صاحب اور مولانا سلمان الحق صاحب نے شرکت کی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
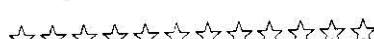
تبصرہ کتب

مولانا محمد ابراہیم فانی صاحب

مکاتب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ
ترتیب و تدوین : حضرت سید نفیس الحسینی صاحب مدظلہ 'ضخامت : ۴۷۷ صفحات۔
قیمت : درج نہیں۔ ملنے کا پتہ : ۱۹۹۔ بلاک ۴۔ نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ' لاہور

زیر نظر مکتوبات ۱۹۴۱ء سے ۱۹۷۸ء تک ۳۸ برس کے زمانہ پر محیط ہیں اور ان کی تعداد ۶۵۱ ہے ان میں چند خطوط حضرت اقدس رائپوری رحمہ اللہ کے وصال کے بعد مولانا عبدالجلیل صاحب کو تحریر فرمائے ہیں۔ مولانا عبدالجلیل صاحب حضرت رائپوری کے چھوٹے بھائی حافظ محمد خلیل صاحب کے فرزند اکبر ہیں۔ تقریباً تمام خطوط حضرت رائپوری کی خدمت عالی میں تبوسط مولانا عبدالجلیل صاحب ارسال کیئے گئے۔ البتہ ابتداء میں کچھ مکتوبات براہ راست حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کی خدمت میں نہایت مؤدبانہ انداز میں رقم فرمائے گئے ہیں اور ان پر حضرت اقدس کا پتہ تحریر کیا گیا ہے۔ خطوط کی تحریر میں حضرت شیخ کا علوم متداولہ پر عبور اور استعداد کی آن بان ان کی علمی زبان سے ظاہر ہے مگر اس کے باوجود حضرت شیخ کا انداز تحریر اتنا بے تکلف ہے گویا سامنے بیٹھے اپنے خاص انداز گویائی اور روزہ مرہ کی زبان میں بات فرما رہے ہیں۔ ان مکاتیب میں جہاں روزمرہ کے عام حالات واخبار خصوصاً حضرت رائپوری کے ہم عصر بزرگوں اور متعلقین کے بارے میں حضرت اقدس کو مطلع رکھا گیا ہے۔ وہاں اکثر خطوط میں بہت اعلیٰ علمی وروحانی موضوعات کو بھی زیر بحث و تبصرہ لاگیا گیا ہے۔ ابتداء میں مرتب مکاتیب سید نفیس الحسینی شاہ صاحب مدظلہ نے حضرت اقدس رائپوری اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے زیر عنوان انتہائی 'قیمتی اور عشق و محبت کی تسنیم و کوثر میں ڈوبا ہوا مضمون تحریر فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں قطب الارشاد شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ صاحب کی مختصر سوانح حیات بھی شامل ہیں۔ معنوی حسن و خوبی کے ساتھ ساتھ کتاب ظاہری طور پر بھی انتہائی دیدہ زیب ہے۔ تحقیق و تصوف کا ذوق رکھنے والوں کیلئے اس کتاب کا مطالعہ انتہائی مفید ہے۔ (م۔ا۔ف)

حیرت انگیز اسلامی معلومات (ترجمہ الوسائل الی معرفتہ الاوائل)

مصنف: علامہ حافظ جلال الدین سیوطیؒ۔ مترجم: مولانا مفتی نور محمد صاحب چاٹگامی

ضخامت: ۲۰۰ صفحات۔ قیمت:۔ /۹۰ روپے۔ ناشر: درخواستی کتب خانہ 'علامہ بنوری ٹاؤن کراچی نمبر ۵

حیرت انگیز اسلامی معلومات حافظ علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی مشہور کتاب الوسائل الی معرفتہ الاوائل کا اردو ترجمہ ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے اس کتاب میں علم و معلومات کا اس موضوع پر کہ کونسی چیز یا کونسا کام سب سے پہلے ہوا؟ کس نے کیا اور کیسے ہوا؟ دلچسپ اور عجیب مجموعہ مرتب فرمایا تھا۔ کتاب کی افادیت کے پیش نظر جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے فاضل مولانا مفتی نور محمد صاحب نے اس دلچسپ مجموعہ معلومات کا اردو دان حضرات کیلئے عربی سے سلیس اردو ترجمہ کر دیا ہے۔ یہ کتاب علمی نوادرات کے ساتھ ساتھ فقہی مسائل کا بھی ایک ذخیرہ ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ علامہؒ نے اس کو فقہی ابواب پر مرتب کیا ہے۔ زیر نظر کتاب نہ صرف علماء و طلباء کیلئے مفید ہے بلکہ عوام الناس کیلئے بھی ایک انمول تحفہ ہے۔ اس دلچسپ مجموع کو درخواستی کتب خانہ نے دیدہ زیب طباعت کے ساتھ شائع کر کے عظیم خدمت سر انجام دی ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کی اس محنت و کاوش کو قبول فرمائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تعلیم و تعلم اور دعوت اسلامی کے اصول و آداب۔ مرتب: مولانا نصیب الرحمٰن علوی صاحب

ضخامت: ۱۹۲ صفحات۔ قیمت:۔ /۸۰ روپے۔ ناشر: زم زم پبلشرز۔ نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی

آنحضرت ﷺ کو پیغمبر رشد و ہدایت اور معلم انسانیت بنا کر مبعوث فرمایا گیا۔ حدیث پاک کہ بعثت معلماً اسی طرح دوسری حدیث ہے کہ بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔ یعنی مجھے معلم بنا کر مبعوث کیا گیا اور مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل کیلئے بھیجا گیا۔ پیش نظر کتاب "تعلیم و تعلم اور دعوت کے اسلامی اصول و آداب" میں تعلیم و تعلم اور دعوت و تبلیغ کے اسلامی اصول و آداب کتاب اللہ اسوہ رسول اکرم ﷺ اور اسلاف کے زندہ جاوید آثار واقعات کی روشنی میں مؤثر ترتیب سہل وسادہ زبان عام فہم تشریحات اور بصرت افروز دلائل کے ساتھ نمبر دار ترتیب دیئے گئے ہیں۔ کتاب کی تقریظ میں ہمارے مخدوم مفتی نظام الدین صاحب شامزئی مدظلہ

رقمطراز ہیں : لیکن یہ بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ وہ کونسا علم ہے جس کے فضائل ومناقب قرآن و حدیث میں بیان ہوئے ہیں' ظاہر ہے کہ وہ قرآن کریم احادیث مبارکہ ' تفسیر اصول ' تفسیر وحدیث اور فقہ ہیں جن پر علوم دینیہ کا اطلاق ہوتا ہے لیکن یہ علوم بھی اس وقت باعث فضیلت ہیں جب ان علوم کو اس طرح حاصل کیا جائے جیسے ان علوم کے حاصل کرنے کا حق اور صحیح طریقہ ہے اور پھر ان علوم کے احکام اور تقاضوں پر عمل بھی ہو۔بندہ کی نظر میں زیر نظر کتاب ایک بہترین کتاب ہے جس کا مطالعہ ہر استاذ اور طالب علم کو کرنا چاہیئے اور اپنی زندگی کو ان اداب کے متعلق ڈھالنا چاہیئے تاکہ علم نافع ہو جائے اور اس سے خود اس علم حاصل کرنے والے اور دیگر مخلوق خدا کو فائدہ حاصل ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اسوہ حسنہ المعروف شمائل کبریٰ۔ مؤلف : مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب

ضخامت : ۲۷۲ صفحات۔ قیمت :۔ /۱۰۰ روپے۔ ناشر : زمزم پبلشرز اردو بازار' کراچی

حضور ﷺ کی سیرت طیبہ پر ہر پہلو سے مختلف نوعیت کی کتابیں لکھی گئی ہیں اور تا قیامت یہ روح پرور سلسلہ چلتا رہیگا۔اسی سلسلہ کی ایک کڑی زیر نظر کتاب شمائل کبریٰ جلد اول ہے اس کے مؤلف جناب مفتی محمد ارشاد صاحب نے اس کو انتہائی عرقریزی سے مرتب کیا ہے۔ اس التزام کے ساتھ کہ شمائل کیمتعلق حدیث وسیرت وغیرہ کی کتب معتبرہ میں جو مضامین مذکور ہیں بالاستیعاب آجائیں اور حتی الامکان کوئی گوشہ سنن کا مخفی نہ رہے جو کہ متبعین سنت کیلئے قیمتی ذخیرہ ہے۔نیز باب کے متعلق صحیح حسن ضعیف جو روایتیں مل سکی ہیں لی گئی ہیں۔جیسا کہ اصحاب سیر وشمائل کا طریقہ ہے۔بقول مؤلف واہی اور موضوع روایات سے گریز کیا گیا ہے تاہم ابن جوزی جیسی گرفت کا لحاظ نہیں کیا گیا ہے۔اور حدیث وسیرت وغیرہ کی جن بیش بہا ذخیروں سے مواد حاصل کئے گئے ہیں ان کے حوالے بقید جلد وصفحات مذکور ہیں تاکہ اہل ذوق حضرات کیلئے مراجعت میں آسانی ہو سکے۔یہ کتاب اس ترتیب کی پہلی جلد ہے جو کھانے پینے اور لباس کے سنن پر مشتمل ہے ضمناً آداب ومسائل بھی جو انہیں سے ماخوذ ہیں۔ ذکر کردئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کی اس محنت وکاوش کو شرف قبول سے نوازے۔